کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:16 Issue:3 March 2023

مُدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

درسِ قرآن	ہم اس رمضان کو روحانی ترقی کا ذریعہ بنائیں	مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی	۵
درسِ حدیث	پانچ اہم نصیحتیں	مفتی محمد احمد علی قاسمی	۷
پیش گفتار	ایمان واحتساب کے ساتھ روزہ رکھیں!	حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی مدظلہ	۹
گوشۂ سیرت	میاں بیوی کی ضیافت سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ۔۔۔	مولانا محمد الیاس محی الدین ندوی بھٹکلی	۱۲
گوشۂ خواتین	اسلام کی باکمال خواتین	مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۱۴
تذکارِ صحابہؓ	حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ	مولانا محمد عبد الرشید طلحہ نعمانی قاسمی	۱۷
اصلاحی مضامین	تحفہ برائے زائرین حرم	مولانا مفتی محمد مشہود الدین قاسمی	۲۰
"	شب برات نزولِ رحمت ومغفرت کی رات	مولانا مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی	۲۵
"	موبائل کا استعمال اور ایک نصیحت	انتخاب	۲۹
"	مؤذن کا مقام؛ احادیث کی روشنی میں	مولانا سید احمد زکریا غوری ندوی	۳۲
"	مکاتب کا قیام وقت کی ایک ناگزیر ضرورت!	حافظ محمد عمر کاماریڈی	۳۳
"	زبان کی چند تباہ کاریاں	مفتی محمد ابراہیم قاسمی حسامی	۳۷
فکر ونظر	مذہبِ اسلام اور ہندو دھرم کی ابتدا	مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگری	۴۴
فقہ وفتاویٰ	آپ کے شرعی مسائل	مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی	۴۹

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن

ہم اس رمضان کو روحانی ترقی کا ذریعہ بنائیں

از: مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

توضیح: کچھ ہی دنوں میں ماہ مبارک کی آمد آمد ہے جس کا انتظار متقیوں کے امام نبی رحمت ﷺ دو ماہ قبل سے نہ صرف کیا کرتے بلکہ اس کو پانے کی تمنا اور اپنے رب سے اس کے حصول کی فریاد کیا کرتے اور اس کی تیاری میں مصروف ہوجاتے، اپنے قول وعمل سے اپنے اصحاب کو اس کی عظمت وافادیت سمجھاتے، اس کا ایک ایک دن باعظمت ایک ایک گھڑی بابرکت اس کے دن میں تقویٰ وطہارت، ہمدردی وغمخواری کی سوغات، اس کی رات میں مغفرت وبخشش کے پروانے۔

رمضان المبارک کی اہم عبادات میں ایک عبادت روزہ بھی ہے جس کو عربی زبان میں ،،صوم،، کہا جاتا ہے صوم کو ارکانِ اسلام اور شعائر اسلام میں شمار کیا گیا ہے، قرآن مجید میں روزہ رکھوانے کا اصل مقصد ''تقویٰ'' قرار دیا گیا ہے کیوں کہ تقویٰ کی قوت حاصل کرنے میں روزے کو بڑا دخل ہے اس لیے کہ روزے سے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ایک ملکہ پیدا ہوتا ہے اسی چیز کا نام روزہ ہے وہی تقویٰ کی بنیاد ہے۔

(معارف القرآن)

روزے دار خواہشات نفسانی سے پرہیز اور ممنوعات سے کلی اجتناب کی کوشش کرتا ہے اور اس کا یہ عمل مکمل ایک ماہ جاری رہتا ہے پھر اسی کی برکت سے محرمات ومشتبہات سے بچنے کی اس کو کسی قدر عادت سی ہوجاتی

* ذمہ دار ادارہ حسیب المدارس، حیدرآباد

ہےاوریہی بنیاد ہےتقویٰ کی، روزے کی فرضیت کا ماحاصل بھی یہی ہے کہ بندے کے مزاج میں تقویٰ آجائے، اگر بندہ اس تربیت رب کو جوسوغات کی شکل میں رمضان کے مہینے میں ملی ہے مکمل سال اس کی قدر کرلےتو مقصد صوم حاصل ہوجائے گااور یہ سال اس کے لیے روحانی ارتقا،علودرجات،قرب خداوندی کا سبب بنے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ دنیامیں پیش آنے والے تمام جرائم وفسادات، بغاوت ومعصیت کے کلی انسداد کے لیے نہ قانونی بالادستی کافی ہے، نہ انسداد جرائم کے لیے کام کرنے والی جمعیتیں وجماعتیں نہ کسی قسم کی تعزیرات وسزائیں، انسداد جرائم، امتناع فسق وفجور کے لیے جو چیز اصل محرک ہے وہ تقوی اللہ، تعلق مع اللہ ہے، بندے کے قلب میں جب خوف خدااور روز قیامت مؤاخذہ اعمال کا احساس ہوگا تو یہی چیز فرد کی اصلاح اور پھر فرد سے قومی امن عامہ کی ضامن ہوگی نبی پاک ﷺ نے اپنے اصحاب کی اسی منہج پر تربیت فرمائی تھی اوراسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ وہ ایک صالح نکوکار معاشرہ بن گیا تھا، یہی تقوی وتعلق مع اللہ روزے کی اصل روح ہے، پورامہینہ روزوں کی برکت سے بندے کی روحانی تبدیلی کا آغاز ہوجاتاہےاورتقویٰ کی بنیاد قائم ہوجاتی ہےاس کواگر دائم بنانا ہوتو پھر کسی ولیٔ کامل کی صحبت روحانی وایمانی ترقی میں دوآتشہ کا کام دیتی ہےاورراہ عمل میں پیش آنے والی ہر رکاوٹ میں یہ صحبت مفید تر ثابت ہوتی ہےاوراس کےثمرات ہم اپنی زندگیوں میں محسوس کرپاتے ہیں دل میں اس کی لذت کومحسوس کرپاتے ہیں یہ وہ کیفیات وانوارات ہوتے ہیں جولفظوں میں بیان نہیں کیے جاسکتے ہیں البتہ اس سے محظوظ ہواجاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ماہ مبارک کی قدردانی کرنے،مقصد صوم کو پانے،اپنی مغفرت یقینی بنانے کی توفیق عطافرمائے اور جہنم سے خلاصی پانے والوں میں ہماراشمار فرمائے۔آمین

اللھم بارک لنافی رجب وشعبان وبلغنا رمضان

(بقیہ صفحہ:۸ سے)۔۔۔ (۵)زیادہ مت ہنسو، اس لئے کہ یہ چیز دل کومردہ بنادیتی ہے، انسان خوشی ومسرت کے مواقع پرفطری طور پر ہنستاہے، یہ ہنسامنع نہیں ہے؛ بلکہ ہمیشہ ہنسی مذاق اوردل لگی کومشغلہ کےطور پرطبیعت بنا لینااوراسی میں مصروف رہنا یہ یادِالٰہی سے غافل رہنے کانتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکرسے قلوب منوراورروحانیت معطررہتی ہے، جب کہ زیادہ ہنسی قلوب کی تروتازگی اور بالیدگی کوختم کرکے سیاہ وتاریک بنادیتی ہے؛ اس لئے حدیث شریف میں آخری نصیحت یہ ہے کہ زیادہ ہنسی سے پرہیز کروکہ اِس سے دلوں پرمردنی اور پژمردگی چھا جاتی ہے۔ اللہ پاک ہم سب کوان تمام نصیحتوں پرعمل پیراہونے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

درسِ حدیث

پانچ اہم نصیحتیں

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ اَبِیْ هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "مَنْ یَأْخُذُ عَنِّي هٰؤُلاءِ الكَلِماتِ فَیَعْمَلُ بِهِنَّ أو یُعَلِّمُ مَنْ یَعْمَلُ بِهِنَّ قلتُ أنا یا رَسُولَ اللهِ فأخذَ بِیَدِيْ فعدَّ خمسًا فقالَ اتَّقِ المَحَارِمَ تکن أَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَکَ تَکُنْ أَغْنَى النَّاسِ وأَحْسِنْ إِلىٰ جَارِکَ تکن مُؤْمِنًا وأَحِبَّ للنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُکْثِرِ الضَّحِکَ فإنَّ کَثْرَةَ الضَّحِکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ (ترمذی:2305)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ پوچھا کہ کون شخص ہے جو مجھ سے پانچ باتیں سیکھے پھر ان پر عمل کرے؛ یا اُس شخص کو سکھا دے جو اُن پر عمل کرنے والا ہے؟ یہ سُن کر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تیار ہوں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں گنوائیں، اور اِس طرح فرمایا: (۱) تم اُن چیزوں سے بچو جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے، تو تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار ہوگے۔ (۲) تم اُس چیز پر راضی اور خوش ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے مقدر کر دیا ہے، تو تمہارا شمار مال دار ترین لوگوں میں ہوگا۔ (۳) تم اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرو تو تم کامل مومن ہوگے۔ (۴) تم جس چیز کو اپنے لئے پسند کرتے ہو دوسرے تمام لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرو تو تم کامل مسلمان سمجھے جاؤ گے۔ (۵) تم زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔

تشریح: صحابہ کرامؓ کی جماعت میں حضرت ابو ہریرہؓ کی شانِ امتیازی یہ ہے کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک میں ہمہ وقت استفادہ کے لئے حاضر رہتے تھے؛ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس موجود صحابہؓ سے پوچھا: کون ہے جو مجھ سے پانچ کلمات حاصل کرلے اور اس پر عمل کرے یا اُن لوگوں تک پہونچا دے جو اس پر عمل کریں؛ (حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک سے پہلی بات تو یہ ثابت

* استاذِ حدیث وفقہ ادارہ ہذا

ہو رہی ہے کہ جو کلمات آپ ﷺ بتلانا چاہتے ہیں وہ نہایت بابرکت اور عظیم الشان ہیں، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہر خیر و نصیحت کی بات قابل عمل ہے، لیکن اگر کوئی شخص عمل میں کوتاہ ہو تو بھی وہ نصیحت کی بات دوسروں کو بتا سکتا ہے)۔ حاضر باش صحابی حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس کام کے لئے تیار ہوں، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی مبارک انگلیوں سے شمار کر کے پانچ باتیں بتلائیں، وہ یہ ہیں:

(۱) تمام محارم (گناہوں) سے بچو تو تم عبادت گذار بن جاؤ گے، وہ تمام اُمور جن سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اُن تمام اُمور کو ''محارم'' کہتے ہیں، اسی طریقے سے جتنے مامورات ہیں اُن کو ترک کرنا بھی ''محارم'' میں داخل ہے، معروفات وطاعات پر عمل کرنے کے مقابلہ میں ممنوعات ومنہیات سے بچنے میں زیادہ مجاہدۂ نفس ہے، اس لئے حدیث شریف میں پہلی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ عبدیت وبندگی کے اعلیٰ مراتب پانے کے لئے تمام گناہوں سے بچنا شرطِ اول ہے۔

(۲) اللہ کے مقسوم پر راضی ہو جاؤ تو تم لوگوں میں مالدار ترین ہو جاؤ گے، ہمارے عقیدہ ہے کہ اللہ پاک نے ہماری زندگی بھر کی روزی پہلے ہی طئے کر رکھی ہے، جو کسی حال میں بڑھنے اور گھٹنے والی نہیں ہے، یہ ایک طے شدہ نظامِ قدرت ہے؛ اب بندہ اپنے مولیٰ کی اس تقسیم پر راضی ومطمئن رہ کر قناعت کی زندگی گذارے گا اور اپنے آپ کو حرص ولالچ میں پھنسنے سے بچالے گا تو یقیناً وہ غنی ہے؛ خواہ لوگ اُسے کچھ بھی سمجھتے ہوں۔

(۳) پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرو گے تو تم کامل مومن ہو جاؤ گے، اسلام میں پڑوسی کا حق نہایت تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کے بارے میں مجھے وصیت کرتے رہے؛ یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بھی بنا دیں گے، اسی لئے حدیث پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کو ایمانِ کامل کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

(۴) جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرو تو تم کامل مسلمان ہو جاؤ گے، اسلام کی تعلیمات میں ایک نہایت ہی اہم اور تاکیدی تعلیم دلوں کی صفائی ہے، ہر مسلمان کا دل دوسرے مسلمان بھائیوں کے حوالہ سے ہر طرح کے غل وغش اور حقد وحسد سے پاک اور صاف ہونا چاہیئے، جب قلوب پاکیزہ ہوں گے تو ہر مسلمان دوسرے کی بھلائی ہی چاہے گا اور دوسرے کے لئے برائی کو ایسے ہی ناپسند اور تکلیف دہ سمجھے گا جیسے وہ اپنے لئے سمجھتا ہے، اسی وجہ سے حدیث شریف میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دین ودنیا کی ہر بھلائی اور خیر جو تم اپنے لئے چاہتے ہو تو وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی چاہو، اگر تم ایسا کرو گے تو کامل مسلمان ہو جاؤ گے۔ ------ (بقیہ صفحہ ٦ پر)

پیش گفتار

ایمان واحتساب کے ساتھ روزہ رکھیں!

ازافادات: حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہوا چاہتا ہے۔اس مہینے کے متعدد فضائل احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان کے مہینہ میں ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھے گا اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں رات کو قیام کرے گا، اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (بخاری شریف)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف روزہ رکھنے اور قیام اللیل کرنے پر گذشتہ گناہوں کے معافی کی خوش خبری سنائی؛لیکن ساتھ ہی دو باتوں کی شرط بھی لگائی: ایمان اور احتساب۔

ایمان کا مطلب ہے اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے روزہ رکھنا کہ جو اللہ نے فرمایا ہے وہ بالکل برحق ہے، اس میں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔اور احتساب کے معنی استحضار کے ہیں یعنی اطاعت و فرماں برداری کے کاموں کی انجام دہی کے وقت اللہ کی رضا کا قصد کرنا اور اس کا ثواب طلب کرنا۔مثلاً ہم نماز کے لیے کھڑے ہوں تو پوری نماز کے اندر نماز کا دھیان رہے، ہر وقت یہ بات مستحضر رہے کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں، اسی طرح روزہ کے اندر استحضار کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا روزہ اس استحضار کے ساتھ ہو کہ ہم اللہ کی حکم بناء پر اپنی خواہشات اور ضرورتوں کو چھوڑ کر اللہ کو راضی رکھنے نیز روزہ کے اثرات وثمرات اور آخرت کے اجر وثواب کو حاصل کرنے کے لیے روزہ رکھ رہے ہیں یعنی ہر وقت اپنے روزہ دار ہونے کا اور روزے کی جو مطلوبہ صفات ہیں انہیں اپنے اندر پیدا کرنے کا تصور تازہ رہے یہ احتساب ہے۔

میرے استاذ محترم حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) نے بخاری شریف کے سبق میں اس مضمون کو ایک دوسرے موقعہ پر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا تھا۔

پچھلے گناہوں کے معاف ہونے کی جو بات رمضان کے صیام وقیام کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے، نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے کے لیے بھی یہی اجروثواب بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوشخص ایمان واحتساب کے ساتھ کسی کے جنازے میں شرکت کرتا ہے اوراس کی تدفین میں بھی شرکت کرتا ہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹتا ہے اور جو صرف نماز میں شرکت کر کے لوٹ آتا ہے وہ ایک قیراط لے کر لوٹتا ہے اس میں بھی یہ قید لگی ہوئی ہے کہ جنازے میں شرکت ایمان واحتساب کے ساتھ ہو۔

(مشکوۃ شریف، حدیث نمبر:1651)

حضرت مولانا رحمہ اللہ نے مثال دے کر فرمایا کہ آپ کسی جنازے میں جانے والے سے پوچھیں کہ آپ کیوں جنازہ میں جارہے ہیں تو اس کا جواب سنیئے وہ کیا کہے گا؟

کوئی کہے گا کہ رشتہ داری نبھانے کے لیے آیا ہوں، کوئی کہے گا کہ پڑوس میں رہتے تھے اس لیے آیا ہوں، کوئی کچھ تو کوئی کچھ کہے گا یعنی جنازہ میں شرکت کی جو چیز محرک بنی ہے وہ رشتہ داری ہے یا پڑوسی ہونا ہے، یا کوئی اور تعلق ہے۔ ان میں شاید ہی کوئی کہے گا کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور دو قیراط ثواب پانے کے لیے شریک ہوا ہوں۔ عموماً تصور یہ ہوتا ہے کہ میں جنازہ میں شریک اس لئے ہو رہا ہوں کہ یہ میرے رشتہ دار ہیں اس لیے مجھے جنازہ میں آنا چاہئے، یہ پڑوسی ہے اس لیے تدفین میں شرکت کرنی چاہیے۔ یہ تصور کہ میں جنازہ میں اس لیے شرکت کر رہا ہوں کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قیراط اجر کا ذکر فرمایا ہے یہ ہے احتساب۔ اس کیفیت کے ساتھ جو آدمی شریک ہوگا اسی کو یہ ثواب ملے گا۔ یہی احتساب ہر عمل میں ہونا چاہیے، روزہ رکھنے میں، تلاوت کرنے میں، رات کی عبادت کرنے میں وغیرہ۔ اِسی روایت میں یہ بھی ہے کہ جوشخص شب قدر میں جاگتا ہے عبادت کرتا ہے ایمان واحتساب کے ساتھ یعنی اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی پاک کتاب میں شب قدر کے سلسلے میں جو فضائل بیان فرمائے ہیں (لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ) شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔ بلاشبہ وہ برحق ہے اگر اس رات کی عبادت مجھے نصیب ہوگی تو مجھے ایک ہزار مہینوں کی عبادت کا ثواب ملے گا اور پھر اللہ کے وعدہ پر یقین رکھتے ہوئے نیت کو مستحضر رکھے کہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے اس کے حکم کو پورا کرنے کے لئے عبادت کر رہا ہوں تو ان شاء اللہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

روزہ ہو، تراویح ہو، رات کی عبادت ہو ان سب کے اندر ان جذبات کا استحضار ضروری ہے۔ جب یہ تصور رہے گا کہ میں روزہ رکھ رہا ہوں اللہ کو راضی کرنے کے لیے تو زبان کی بھی حفاظت کرے گا، کان کی بھی حفاظت کرے گا، آنکھ کی بھی حفاظت کرے گا اور دل و دماغ کی بھی حفاظت کرے گا۔ دوسروں کے بارے میں بدگمان و بدظنی اور حسد وغیرہ جن صفات سے ہمیں منع کیا گیا ہے ان کو بھی اپنے دل میں آنے نہیں دے گا۔

الغرض: ہمارے دل کی صفائی کے لیے، ہمیں پاک کرنے کے لیے، ہمارے قلب کی گندگی کو دور کرنے کے لیے اور ہمیں متقی اور پرہیز گار بنانے کے لیے روزہ فرض کیا گیا ہے۔

جیسا کہ خود قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو (البقرۃ)

اللہ تعالی ہمیں ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تفصیلات ماہنامہ اشرف الجرائد حیدر آباد

حسب قاعدہ نمبر ۸ ملکیت کے بارے میں

نام رسالہ	:اشرف الجرائد
وقفۂ اشاعت	:ماہانہ
ایڈیٹر/ پرنٹر/ پبلشر	:محمد عبد القوی
قومیت	:ہندوستانی
پتہ	:ادارہ اشرف العلوم حیدر آباد
	عائش آفسیٹ پرنٹرس، مسجد معراج، کرما گوڑہ، سعید آباد، حیدر آباد
مقام اشاعت	:ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ کالونی، سعید آباد، حیدر آباد
مالک	:محمد عبد القوی

میں محمد عبد القوی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین میں صحیح و درست ہیں۔

دستخط

محمد عبد القوی

گوشہ سیرت

میاں بیوی کی ضیافت سے خوش ہوکر اللہ تعالیٰ ہنس پڑے

از: مولانا محمد الیاس محی الدین ندوی بھٹکلی *

عشاء کی نماز ہوچکی ہے اور اکثر لوگ گھر جا چکے ہیں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ ہی صحابہ مسجد میں رہ گئے ہیں، اچانک ایک مسافر مسجد میں داخل ہوتا ہے، ناقابل برداشت بھوک کی وجہ سے اس سے رہا نہیں جاتا اور خدمت اقدس میں حاضر ہوکر وہ یوں گویا ہوتا ہے :۔

اے اللہ کے رسول! مجھے اس وقت سخت بھوک لگی ہے۔

دوسرے الفاظ میں زبانِ حال سے وہ یوں کہنا چاہ رہا ہے کہ یا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود میرے لیے فوری کچھ کھانے کا انتظام فرمائیں یا پھر کسی دوسرے سے اس کا بندوبست کرائیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس اجنبی مسافر کی خدمت اور ضیافت کی سعادت خود حاصل کریں، چنانچہ سب سے پہلے مسجد نبوی کے اردگرد موجود گھر نما کمروں میں قیام پذیر متعدد ازواجِ مطہرات سے معلوم کرایا کہ کیا اس مہمان کے لیے کچھ نظم ہوسکتا ہے؟ ہر جگہ سے یہی جواب آیا کہ آج ہمارے گھر میں سوائے پانی کے کچھ بھی نہیں۔

اپنے کسی گھر سے اس کا نظم نہ ہوسکنے کی اطلاع پاکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت مسجد میں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:۔

تم میں سے اس مسافر مہمان کی مہمان نوازی کا شرف جو حاصل کرے گا اللہ اس پر رحم کرے گا۔

یہ خوشخبری سن کر ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! میں اس کے لیے تیار ہوں، یہ کہہ کر وہ ان کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے فرمایا:

* استاذ تفسیر وحدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل

دیکھو! یہ اللہ کے رسول کے مہمان ہیں، ان کی ضیافت میں کسی طرح کی کمی نہ کرنا۔

یہ سن کر وہ کہنے لگی: اس وقت تو گھر میں خود ہمارے لیے کھانا نہیں ہے، صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا رہ گیا ہے، یہ سن کر انھوں نے اپنی وفا شعار بیوی سے فرمایا:۔

تم بچوں کو کسی بہانے سلا دو، پھر چراغ جلاؤ اور مہمان کے لیے کھانا لگاؤ۔

شوہر کے حسبِ حکم اس فرماں بردار بیوی نے اپنے معصوم بچوں کو بھوکا سلا دیا اور چراغ جلا کر مہمان کے لیے کھانا لگا دیا۔

جب مہمان کھانے لگا تو چراغ درست کرنے کے بہانے اس انصاری صحابی نے جا کر اس کو بجھا دیا تا کہ مہمان کے لیے کھانے میں کمی نہ ہو اور وہ اندھیرے میں یہ سمجھتا رہے کہ میزبان بھی کھا رہا ہے، اس طرح بچوں کے لیے رکھا ہوا وہ کھانا اجنبی مہمان نے تناول فرما لیا اور میاں بیوی نے اپنے بچوں کے ساتھ اس اجنبی مسافر مہمان کی خاطر بھوکے رہ کر رات گذاری۔

اگلے دن صبح دونوں میاں بیوی حسب معمول مسجد نبوی میں نماز کے لیے حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا:۔

رات تم دونوں میاں بیوی کے اس عملِ ضیافت سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ ہنس پڑے اور تمھارے متعلق سورۂ حشر کی یہ آیت نازل فرمائی:۔

''یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں'' **وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ**۔ (بخاری: کتاب مناقب الانصار: ۳۸۹۸)

(ماخوذ، از: مجالس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب: ''ام کلثوم'' کنیت ہے، نام تاریخ کے کتب میں نہیں ملتا، قریش کے خاندان بنوعبدشمس سے تعلق رکھتی ہیں، نسب اس طرح ہے: ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی۔ (اسد الغابۃ: ام کلثوم بنت عقبۃ: ۷/ ۳۷۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

والدہ کا اسم گرامی اروی بنت کریز تھا، بڑی نیک دل خاتون تھیں، جن کا پہلا نکاح عفان بن ابی العاص سے ہوا، ان کی صلب سے خلیفہ ثالث ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تولد ہوئے، بڑی جلیل القدر صحابی رسول خلیفہ ثالث کی والدہ محترمہ ہوتی ہیں، عفان کے انتقال کے بعد ان کا نکاح عقبہ بن ابی معیط سے ہوا، حضرت ام کلثوم اسی کے صلب سے تھیں، اس طرح وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اخیافی (ماں شریک) بہن بھی ہوتی ہیں۔

قبول اسلام: والد عقبہ بن ابی معیط؛ بڑا اسلام دشمن واقع ہوا تھا، نبی کریم ﷺ کو بڑی اذیتیں دیں، اونٹ کے اوجھ دوران نماز نبی کریم ﷺ کے کمر پر رکھ دی، لیکن صالح فطرت، نیک خو ماں اروی اور بیٹی ام کلثوم نے قبول اسلام کیا، ان کے لئے عقبہ ابن ابی معیط دشمن اسلام کے گھر میں قبول اسلام کوئی معمولی کام نہیں تھا، لیکن انہوں نے عقبہ بن ابی معیط کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

ہجرت: جب آقائے دوجہاں ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی، تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بھی چاہا کہ مدینہ ہجرت کر جائیں، ہجرت کے لئے تڑپ اٹھیں، لیکن باپ اور بھائی کی سخت نگرانی ونگہداشت اور کڑی نظر کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکیں، ایک لمبے زمانہ تک باوجود سعی پیہم اور جہد مسلسل کے ہجرت کا موقع میسر نہ آسکا، باپ عقبہ بن ابی معیط غزوہ بدر کے موقع پر عاصم بن ثابت بن ابی اُفلح رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوگیا تو

---

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دار العلوم دیودرگ

بھائیوں نے بہن کی مزید نگرانی سخت کردی، وہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے سامنے وقتاً فوقتاً اسلام اور رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف زبان درازی کرتے، گستاخیاں کرتے، جملے کستے، ہفوات اور مغلظات بکتے، لیکن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان باتوں کو سن کر دل مسوس کر رہ جاتیں، عورت ذات تھیں، سوائے صبر وضبط کے کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا، ہر وقت بارگاہِ خداوندی میں دعا گو تھیں کہ اللہ عزوجل کفر وشرک کے اس پرخطر ماحول سے نکال کر آستانۂ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باسی بنادے، آخر وہ گھڑی آ ہی گئی، بارگاہ ربانی میں دعا مقبول ہوگئی، صلح حدیبیہ سے موقع پا کر بنی خزاعہ کے ایک نیک دل شخص کے ہمراہ پیادہ پا ہی جانب مدینہ چل پڑیں، رات ودن کے طویل اور زہرہ گداز سفر کے بعد مدینہ منورہ پہنچیں، جب گھر والوں کو فرار کا علم ہوا تو بڑے غضبناک ہوگئے، دونوں بھائی ولید بن عقبہ اور عمارہ بن عقبہ بہن کی تلاش اور اس کے تعاقب میں نکل پڑے، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ پہنچ چکی تھیں، دونوں بھائی مدینہ منورہ پہنچے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ صلح نامہ حدیبیہ کے بموجب ان کی بہن کو ان کے حوالے کردیا جائے اور اس شرط کو پورا کیا جائے کہ "قریش کا کوئی آدمی مدینہ آئے گا تو واپس کردیا جائے گا"۔

اِدھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بارگاہِ نبوی میں فریاد گذار ہوئیں: "یارسول اللہ! مجھے اپنے در سے مت دھتکاریئے، ایک کمزور وناتواں عورت ہوں، اگر مشرکین کے پاس واپس چلی جاؤں گی تو میرے ایمان کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اس بات سے بڑی فکر ہوئی، ویسے بھی چونکہ معاہدہ میں عورتوں کا ذکر موجود نہیں تھا، اس وقت بارگاہ الٰہی سے یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ" (الممتحنۃ)۔

ترجمہ: اے مؤمنو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو ان کو جانچ لو، اللہ ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ ایمان پر ہیں تو ان کو کافروں کے حوالے نہ کردو"۔ "یارسول اللہ أنا امرأۃ وحال النساء إلی الضعفاء ما قد علمت، فتردنی إلی الکفار یفتنونی فی دینی ولا صبر لی" (الطبقات الکبری لابن سعد، أم کلثوم بنت عقبۃ: ۸/ ۱۸۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اس حکم خداوندی کے نزول کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو واپس کرنے سے انکار کردیا۔ "فأبی النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن یردھا إلیہما"۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: ام کلثوم: ۸/ ۴۶۲، اسد الغابۃ: ام کلثوم بنت عقبۃ: ۷/ ۳۶۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

نکاح: پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے محبوب جان نثار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کردی، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی جب غزوہ موتہ میں شہادت واقع ہوگئی تو حضرت زبیر بن العوام سے نکاح ہوا، لیکن ان کے مزاج میں سختی تھی؛ اس لئے نباہ نہ ہوسکا اور طلاق ہوگئی، پھر ان کا نکاح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہوا، پھر اُن کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کے نکاح میں آئیں، اس نکاح کے ایک ماہ کے بعد راہیٔ عالم بقا ہوگئیں، اس وقت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حاکم مصر تھے۔ ''فتزوجها عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، فمکثت عندہ شهرا، ثم ماتت''

(اسد الغابۃ: ام کلثوم بنت عقبۃ: ۷/۶۷ ۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اولاد: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک لڑکی زینب اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے چار لڑکے: ابراہیم، حمید، محمد اور اسماعیل تولد ہوئے۔

مرویات: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے چند ایک احادیث بھی مروی ہیں، ان کے راویوں میں ابراہیم بن عبدالرحمن، حمید بن عبدالرحمن اور حمید بن نافع شامل ہیں۔

حمید بن عبدالرحمٰن اپنے والدہ محترمہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: ''لیس الکاذب من أصلح بین الناس، فقال خیرا'' (أخرجها الثلاثة) وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے کوئی خیر کی بات کہتا ہے۔

(اسد الغابۃ: ام کلثوم بنت عقبۃ: ۷/۶۷ ۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ماہنامہ اشرف الجرائد حیدرآباد

ایک عظیم اصلاحی ودعوتی تحریک کا نام ہے۔ آپ بھی اس میں شریک ہوجایئے اور اپنے دوست واحباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

یہ ماہنامہ www.iauth.in پر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

تذکارِ صحابہؓ

حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ کا شمار بھی اُن قدیم الاسلام صحابہؓ میں ہوتا ہے؛ جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد دعوتِ حق پر پہلے پہل لبیک کہا اور اسلام کی خاطر ہر طرح کی مشقت و آزمائش کے لیے بہ سروچشم اپنے آپ کو پیش کر دیا، چوں کہ آپؓ ان سعادت منداصحاب رسول کی فہرست میں تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے؛ اس لیے آپؓ کو کتابتِ وحی کا شرف بھی حاصل ہوا اور آپ اولین کاتبین وحی میں شمار کیے گئے۔ تاریخ نگاروں کے مطابق حضرت ارقمؓ عرب کے دانا و بینا اشخاص میں سے تھے اور قریش کے معزز اور مقتدر خاندان بنومخزوم کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا خاندان ایامِ جاہلیت میں علم و ہنر اور فضل و کمال کی وجہ سے نمایاں حیثیت کا حامل تھا، خود آپ کے دادا ابوجندب اسد بن عبداللہ اپنے زمانہ میں مکہ کے رئیس اور سر برآوردہ افراد میں سے ایک تھے۔

اسلام کے دامن میں:

حضرت ارقمؓ حضرت ابوبکرؓ کی دعوت پر ایمان لائے۔ سیدنا عثمانؓ کے خلعت ایمان پہننے کے دوسرے ہی دن حضرت ابوبکرؓ کی قیادت میں ابوعبیدہؓ بن جراح، عثمانؓ بن مظعون، عبدالرحمانؓ بن عوف، ابوسلمہؓ بن عبدالاسد اور ارقمؓ بن ابو ارقم نبی آخر الزمان ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت ایمان کی۔ ابن سعدؒ اور حاکمؒ نے حضرت ارقم کو ساتواں مسلمان قرار دیا ہے۔ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ وہ دس افراد کے بعد اسلام لائے۔ ابن الاثیرؒ نے انھیں بارہواں مسلمان بتایا ہے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ارقمؓ، حضرت عبیدہ بن حارثؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ ایک ساتھ ایمان لائے تھے۔ اس وقت حضرت ارقمؓ کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ پہلی روایت کی تائید ارقمؓ کے بیٹے عثمان کے اس قول سے ہوتی ہے، میرے والد اسلام میں داخل ہونے والے ساتویں شخص تھے۔ ارقمؓ کا گھر کوہ صفا کے دامن میں مشرقی جانب ایک تنگ گلی میں تھا، عام لوگوں کو یہاں آنے جانے والوں کی خبر نہ ہوتی تھی۔ ابتدائے اسلام میں

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

رسالت مآب ﷺ اسی گھر میں نشست فرماتے تھے، تب قریش کی طرف سے ایذاؤں کا خطرہ تھا، اس لیے آپ نے مشرکوں سے مخفی رہ کر دعوت حق کو پھیلایا؛ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دارارقم؛ اسلام کا دعوتی وتربیتی مرکز:

پیغمبر علیہ السلام کی بعثت کے تین سال تک فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں نہایت راز داری برتتے تھے، اسی زمانہ میں ایسے بھی واقعات پیش آئے کہ نماز کی حالت میں مشرکین نے یورش کردی۔ پیغمبر علیہ السلام کھلم کھلا تصادم سے بچنا چاہتے تھے، اس کے لیے کسی محفوظ مقام کی تلاش تھی۔ اسی دوران ایک نوجوان شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا! میرا وسیع مکان، بیت اللہ کے بالکل قریب کوہ صفا کے دامن میں واقع ہے، میں اسے آپ ﷺ کی نذر کرتا ہوں۔ اس میں کوئی دشمن داخل نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ اس میں جمع ہوکر جو چاہیں کریں۔ پیغمبر علیہ السلام اس پرستارحق کے جذبہ ایثار سے بے حد مسرور ہوئے۔ اس فیاضانہ پیش کش کو شرف قبول بخشتے ہوئے دعاء خیر سے نوازا اور اسے مسلمانوں کے اجتماع اور دعوت وتبلیغ کا مرکز بنا دیا۔ شعب ابی طالب کی محصوری (۷ نبوی) تک اسی مقدس مکان کو دعوت اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ پیغمبر علیہ السلام کو مسرور کرنے والے یہ جوان رعنا حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ تھے۔

صاحب طبریؒ نے مکی عہد نبوت میں دارارقم کو دعوتی، تعلیمی اور تربیتی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا ہے، جہاں پر کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا؛ چنانچہ حضرت ارقم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرت ارقم کا گھر کوہِ صفا پر واقع تھا، آغازِ اسلام میں رسول اللہ ﷺ اسی گھر میں رہا کرتے تھے، یہیں آپ ﷺ لوگوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتے تھے اور یہاں پر بہت سے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے''۔

دارارقم کے مرکزِ اسلام بننے کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام قدرے اطمینان کے ساتھ ہونے لگا، دعوتِ اسلام کا یہ وہ مرحلہ ہے جس میں مکہ مکرمہ کے بے کس، غریب اور غلام اس نئی تحریک میں اپنی دنیا وآخرت کی نجات تصور کرتے ہوئے داخل ہوتے تھے، نیز دارارقم نہ صرف ضعفائے اسلام کی جائے پناہ تھا؛ بلکہ یہاں صحابۂ کرام کی تعلیم وتربیت کے ساتھ اجتماعی طور پر عبادات، ذکر اللہ اور دعاؤں کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا تھا، اس میں وہ دعا خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے عمر بن خطاب اور (ابوجہل) عمرو بن ھشام میں سے کسی ایک کے قبولِ اسلام کے لیے مانگی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راستے میں اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے گھر سورۂ طٰہٰ کی تلاوت

سنی تو کایا ہی پلٹ گئی، ان کو مائل بہ اسلام دیکھ کر حضرت خباب بن الارتؓ نے انھیں خوشخبری کے انداز میں بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دارارقم میں یہ دعا کرتے سنا ہے: ’’اے اللہ! ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب سے اسلام کی تائید فرما‘‘، چنانچہ حضرت عمر یہاں سے سیدھے دارارقم پہنچے اور اسلام قبول کرلیا۔ اس طرح دارارقم کو تاریخ اسلام میں عالم گیر شہرت حاصل ہوگئی۔

ہجرت اور غزوات میں شرکت:

حضرت ارقمؓ مدینہ کو مہاجرینِ اولین میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارقمؓ اور زیدؓ بن سہل (ابوطلحہؓ) یا عبداللہؓ بن اُنیس (ابن کثیر) میں مواخات قائم فرمائی۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق پیغمبر علیہ السلام نے دوسرے صحابہؓ کی طرح انھیں بھی مدینہ میں گھر تعمیر کرنے کے لیے قطعۂ زمین عنایت فرمائی۔

سن ۲ر ہجری میں جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت ارقمؓ بن ابو ارقم نے جنگ بدر میں شرکت کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت میں سے انھیں ایک تلوار عنایت فرمائی۔ مالک بن ربیعہ کہتے ہیں مجھے جنگِ بدر کے دن بنومخزوم کی شاخ بنوعائذ کی تلوار ملی جو مرزبان کے نام سے مشہور تھی، جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت جمع کرانے کا حکم دیا تو میں نے اسے غنیمتوں کے ڈھیر میں ڈال دیا، اس میں سے جس نے جو چیز مانگی آپ نے دے دی۔ اس تلوار کو ارقمؓ نے پہچان کر مانگ لیا تو آپ نے انھیں عنایت فرمادی، ارقمؓ جنگ احد، جنگِ خندق اور باقی تمام غزوات میں بھی آپ کے شانہ بہ شانہ شریک رہے۔ آپ نے صدقات جمع کرنے لیے انھیں عامل بھی مقرر کیا۔

بیت المقدس روانگی کا ارادہ:

ارقم بن ابی ارقمؓ نے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا اور سفر کی تیاری مکمل کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت چاہنے کے لیے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا سفر پر کیوں جارہے ہو؟ کوئی ضرورت یا تجارت اس کا باعث بنی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: یا نبی اللہ! میرے باپ آپ پر فدا ہوں میری نیت ہے کہ بیت المقدس میں نماز پڑھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں ادا کی گئی نماز مسجد حرام کے سوا باقی تمام مسجدوں کی نماز سے ایک ہزار گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ ارقم نے یہ ارشاد سنا تو بیٹھ رہے اور سفر کا ارادہ ترک کردیا۔

وفات: ارقم بن ابی ارقم کی وفات عہد معاویہ میں 55ھ یا 53ھ میں ہوئی۔ ارقم کی وصیت کے مطابق جنازہ سعد بن ابی وقاص نے پڑھایا۔ سعد اس وقت مدینہ کی نواحی بستی عقیق میں واقع اپنے گھر میں تھے۔ اس حساب سے ان کی عمر اسی یا پچاسی سال ہوئی۔ رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ

اصلاحی مضامین

تحفہ برائے زائرینِ حرم

از: مولانا مفتی محمد مشہود الدین قاسمی*

عمرہ بنیادی طور پر چار اعمال کا نام ہے، اس میں ایک شرط، ایک رکن اور دو واجب ہیں، (۱) احرام (یہ شرط ہے) (۲) طواف (یہ رُکن ہے) (۳) سعی اور (۴) حلق یعنی بال مونڈانا یا کٹانا (یہ دونوں کام واجب ہیں)۔ اس کے علاوہ اور بھی اُمور ہیں جو واجبات، سنن اور مستحبات کے زمرہ میں آتے ہیں، اور مختلف مواقع کے لئے قیمتی دعائیں بھی ہیں۔ اب ان سب اُمور کو کس ترتیب سے کرنا ہے اس کا ایک اشاریہ کتبِ معتبرہ سے اخذ کر کے ذیل میں پیش خدمت ہے۔

جب آپ تیاریٔ سفر کے ضروری اُمور سے فارغ ہوجائیں اور عمرہ کا پختہ ارادہ کرلیں:

۱۔ وضو یا غسل کر کے احرام کی چادریں پہن لیں۔

۲۔ دو رکعت نفل نماز سر ڈھانک کر پڑھے۔ (پھر عمرہ کی نیت کرے اِن الفاظ سے **اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ** اور تین بار تلبیہ پڑھے، ان تین میں سے ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے اور دو دفعہ پڑھنا سنت ہے۔)

نوٹ: یاد رہے کہ نیت اور تلبیہ سے آدمی محرِم بنتا ہے، تجربہ کار علماء کی تاکید ہے کہ نفل نماز گھر پر پڑھ لیں اور نیت و تلبیہ فلائٹ میں بیٹھنے کے بعد کرلیں۔

۳۔ سورۃ القدر کی تلاوت کرے، گھر سے نکلنے کی دعا پڑھے: **بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ**

۴۔ گھر سے نکلنے کے بعد: صدقہ کرے، آیت الکرسی پڑھے پھر یہ دعائیں پڑھے

(الف) **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ**

(ب) **اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ**

* استاذ حدیث ادارہ اشرف العلوم، حیدرآباد

عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ

(ج) اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ

(د) مسافر عزیزوں کو رخصت ہوتے وقت یہ دعا دے: اَسْتَوْدِعُكُمُ اللهَ الَّذِىْ لَا تَضِيْعُ وَدَائِعُهٗ

اور رخصت کرنے والے مسافر کو جواب میں یہ دعا دیں: زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰى، وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ

(ہ) سواری پر سوار ہونے کی دعا: پہلے بِسْمِ اللهِ پڑھے، جب اوپر چڑھ جائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

۵۔ دورانِ سفر: ذکر، یا مطالعۂ کتب دینیہ ہو یا تلبیہ مرد بلند آواز سے اور عورتیں آہستہ آواز سے پڑھتے رہیں۔ (یاد رہے کہ احرام کی حالت میں سب سے افضل ذکر تلبیہ ہے۔)

(الف) تلبیہ: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ" ہمیشہ تین دفعہ پڑھے اس کے بعد درود اور اس کے بعد دعا

(ب) تلبیہ کے بعد کی مسنون دعا: اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ

۶۔ حدودِ حرم کے شروع میں پڑھنے کی دعا: اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَحَرَمُ رَسُوْلِكَ فَحَرِّمْ لَحْمِىْ وَدَمِىْ وَعَظْمِىْ وَبَشَرِىْ عَلَى النَّارِ، اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ

۷۔ مسجد حرام میں داخلہ کے وقت پڑھنے کی دعائیں: بِسْمِ اللهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ ذُنُوْبِىْ وَافْتَحْ لِىْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

۸۔ بیت اللہ پر نظر پڑتے ہی تین مرتبہ: اَللهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ پھر ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيْفًا وَتَعْظِيْمًا وَتَكْرِيْمًا وَمَهَابَةً وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَكَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ أَوْ اِعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَتَعْظِيْمًا وَبِرًّا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ، اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَيْتِ مِنَ الدَّيْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِيْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

۹۔ حجر اسود پر آ کر نیچے لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق طواف شروع کریں اضطباع اور رمل کے ساتھ (اضطباع کا مطلب ہے: احرام کی چادر دائیں بغل کے نیچے سے لے کر بائیں کاندھے پر ڈالنا۔ اور

رَمل کہتے ہیں: طواف کے ابتدائی تین چکر میں پہلوانوں کی طرح سینہ تان کر چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر چلنا۔ایسا صرف مرد کریں گے عورتیں نہیں۔

(الف) اولاً حجرِ اسود کے مقابل ہو کر طواف کی نیت کرے اور ہاتھ نماز کی طرح اُٹھا کر یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی کر سکتے ہیں وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاِتِّبَاعًا بِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ ﷺ

(ب) پھر حجرِ اسود کا بوسہ لے یا استلام کرے (ہر چکر کے شروع میں) (استلام کا مطلب ہے کہ: دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے بالمقابل اُٹھا کر ہتھیلیاں کے اندرنی حصہ سے حجرِ اسوت کی جانب اشارہ کیا جائے، پھر دونوں ہاتھوں کو چوما جائے)

(ج) دورانِ طواف کی دعائیں:

۱۔رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

۲۔اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَاقَةِ وَمَوَاقِفِ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالاٰخِرَۃِ

۳۔اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَائِبَۃٍ لِیْ بِخَیْرٍ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

دورانِ طواف کوئی دعا یاد نہ ہو تو یہ پڑھیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

۱۰۔طواف کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے اور یہ دعا کرے: اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ ، وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ ، اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ إِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى أَعْلَمَ أَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ إِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَهٗ لِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۱۱۔ملتزم (یعنی حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان کا حصہ) پر آنا اگر ممکن ہو اور وہاں یہ دعا کرنا: اَللّٰھُمَّ رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا مِنَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ

۱۲۔اس کے بعد زمزم سیر ہو کر پینا اور اس کی دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعاً وَرِزْقًا وَّاسِعًا وَشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ

۱۳۔اب سعی کا نمبر ہے، سعی کی ابتدا میں حجرِ اسود کا استلام کریں، بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہہ کر پھر باب الصفا سے باہر آئیں یہ پڑھتے ہوئے: اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ

شَعَائِرِ اللهِ، پھر صفا پر چڑھیں اور بیت اللہ کا رُخ کر کے سعی کی نیت کریں/ تکبیر وتہلیل بلند آواز سے/ پھر درود آہستہ سے پڑھے

پھر یہ اذکار اور دعا پڑھے۔: ۱۔کلمہ توحید ۲۔کلمہ تمجید، ۳۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، أَنْجَزَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۴۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ وَاِنِّيْ اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ أَنْ لَا تَنْزِعَهٗ مِنِّيْ حَتّٰى تَوَفَّانِيْ وَاَنَا مُسْلِمٌ

نوٹ: یہ تکبیرات اور دعائیں تین تین مرتبہ؛ اس کے علاوہ جو چاہے دعائیں مانگیں، پھر صفا سے چلتے ہوئے مروہ پر آئیں اور مروہ پر بھی قبلہ رخ ہو کر اسی طرح دعائیں کریں اور سات چکر مکمل کریں۔

۱۴۔میلین اخضرین (یعنی صفا اور مروہ کے درمیان دوہری لائنوں کے درمیان کا حصہ) یہاں مرد ہلکا سا دوڑیں اور اس درمیان یہ دعائیں پڑھیں: رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ وَتَكَرَّمْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ۔ سعی مکمل ہوئی۔

۱۵۔اب مطاف کے کنارہ پر دو رکعت نفل پڑھیں۔

۱۶۔حلق یا قصر کرائیں۔الحمدللہ عمرہ مکمل ہوا۔

زیارت مدینہ

۱۔سفر مدینہ میں درود کی کثرت/ مدینہ منورہ کے دروازہ باب العنبر یہ سے داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اور یہاں کی برکتوں کے حصول کی دعا کرے۔

۲۔مدینہ کی عمارتیں نظر آنے پر: اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ

۳۔ہوٹل جا کر اچھے اور عمدہ کپڑے پہنے، عطر وغیرہ لگا کر یہ دعا پڑھے: رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيْرًا

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ ﷺ مَا رَزَقْتَهٗ اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ يَاخَيْرَ مَسْئُوْلٍ، وَاَغْنِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِيَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ، وَنَوِّرْ قَلْبِيْ وَقَبْرِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْئَلُكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ عَاجِلَهٗ

وَاٰجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِکَ عَلَیَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّیْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِیْ وَاجْعَلْ خَیْرَ عُمُرِیْ اٰخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِیْمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ فِیْہِ

۴۔ مسجد نبوی میں داخلہ دعا کے ساتھ/ پھر ریاض الجنۃ میں تحیۃ المسجد/ اس کے بعد سلام کے لئے حاضری

۵۔ ہر نماز میں اور واپسی کے وقت روضۂ اطہر پر سلام کا اہتمام کرے۔

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خِیَرَۃَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَااَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ! یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ اَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، وَأَشْھَدُ اَنَّکَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَأَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ، وَکَشَفْتَ الْغُمَّۃَ، فَجَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا، جَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰی نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ، اَللّٰھُمَّ اَعْطِ سَیِّدَنَا عَبْدَکَ وَرَسُوْلَکَ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، وَاَنْزِلْہُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ اِنَّکَ سُبْحَانَکَ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

۶۔ شفاعت کی دعا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللّٰہِ فِیْ أَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَسُنَّتِکَ

۷۔ دوسرے کی طرف سے سلام: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ یَسْتَشْفِعُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ

۸۔ حضرت ابوبکرؓ پر سلام: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَثَانِیَہٗ فِی الْغَارِ وَرَفِیْقَہٗ فِی الْاَسْفَارِ وَأَمِیْنَہٗ عَلَی الْاَسْرَارِ اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقِ، جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ أُمَّۃِ مُحَمَّدٍ خَیْرًا

۹۔ حضرت عمرؓ پر سلام: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ الْفَارُوْقَ الَّذِیْ أَعَزَّ اللّٰہُ بِہِ الْاِسْلَامَ، اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ، مَرْضِیًّا حَیًّا وَمَیِّتًا جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ أُمَّۃِ مُحَمَّدٍ خَیْرًا

۱۰۔ شیخین پر سلام: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا ضَجِیْعَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَرَفِیْقَیْہِ، وَوَزِیْرَیْہِ، جَزَاکُمَا اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ، جِئْنَا کُمَا نَتَوَسَّلُ بِکُمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِیَشْفَعَ لَنَا وَیَدْعُوْ لَنَا رَبَّنَا اَنْ یُّحْیِیَنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَسُنَّتِہٖ وَیَحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ وَجَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

اصلاحی مضامین

شب برات نزولِ رحمت ومغفرت کی رات

ازقلم: مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی*

کارساز قدرت اس بے کس ولاچار انسان کے لیے جو آرزوؤں کا بندہ اور حسرتوں کے خمیر کا پتلا ہے اس کارگاہِ عالم میں اس کی فیروز مندی وکامرانی کے لیے مختلف انعامات واکرامات، نوازشات وعطیّات کی بارش برساتا رہتا ہے، یہ وہ صنعت گاہ عالم جہاں نیکی وبدی، بہار وخزاں، امید ویاس، شادی وغم، نغمہ ونوحہ، خندہ وگریہ، فنا وبقا، صحت وبیماری زمین پر بسنے والوں کے ساتھ منسلک رہتی ہے جس کے تحت ابن آدم کبھی خدا کا فرمانبردار اور شکر گذار بن جاتا ہے تو کبھی خطا کار اور قصوروار، ماہ شعبان کی پندرہویں رات جسے شب برات کہا جاتا ہے اپنے جلو میں خلاق عالم کی جانب سے نافرمانوں اور ناشکروں کے لیے رحمت ومغفرت کی رات اور خیر کثیر سے مرکب سوغات بن کر آتی ہے اور چند ساعتوں کے لئے عفو وکرم کی مینہ برسا کر چلی جاتی ہے۔

شب برات کی فضیلت: احادیثِ نبوی کی روشنی میں

شب برأت سے متعلق قلم کی یہ جنبش اور مضمون کا تسلسل کوئی خیالی اور فرضی نہیں بلکہ زمانۂ نبوت، دورِ صحابہؓ وتابعین اور سلف صالحین میں اس عظیم الشان شب میں عبادتوں کا اہتمام ثابت ہے۔

ترمذی شریف ۱/ ۱۵۶، اور ابن ماجہ، ص ۹۹ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بستر پر نہ پایا، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے نکلی، اچانک میں نے دیکھا کہ آپ جنۃ البقیع میں موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو یہ اندیشہ رکھتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے ساتھ ناانصافی کرے گا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (بنو کلب عرب کا ایک قبیلہ تھا، عرب کے تمام قبائل سے زیادہ اس کے پاس بکریاں ہوتی تھیں)۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۳/ ۳۳۹)

* استاذِ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

فاتح خیبر حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید الانس والجان کا فرمان عالیشان ہے:

جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو تم اس رات میں قیام کیا کرو اور اس کے دن (پندرہ شعبان) کا روزہ رکھا کرو؛ اس لیے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج غروب ہونے سے طلوعِ فجر تک آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا ہے کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا جس کی میں مغفرت کروں؟ کیا ہے کوئی مجھ سے رزق کا طالب کہ میں اس کو رزق عطا کروں؟ کیا ہے کوئی کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا کہ میں اس کو عافیت عطا کروں؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ اللہ تعالیٰ برابر یہ آواز دیتے رہتے ہیں؛ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے۔ (ابن ماجہ ص ۹۹، شعب الایمان ۳/ ۳۷۸، حدیث ۳۸۲۲)

یہی نہیں بلکہ امیر المومنین حضرت عمر کے فرزند ارجمند حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا ارشاد گرامی ہے:

خمسُ لیَالٍ لا یُرَدُّ فِیهِنَّ الدُّعَاءُ لیلَةُ الجمُعَة و اوَّلُ لیلَةٍ مِنْ رَجَبَ وَلَیلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعبانَ و لَیلَتَا العِیْدِ (شعیب الایمان ۳/ ۳۴۲، حدیث ۳۷۱۳) ترجمہ: پانچ راتوں میں دعا رد نہیں کی جاتی ہے جمعہ کی رات، ماہِ رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات، عیدین کی راتیں۔

اول الذکر حدیث نبوی میں کارساز قدرت آسمان دنیا پر جلوہ فگن ہونے اور بنو کلاب کے بکریوں کے بالوں سے زیادہ انسانوں کی مغفرت رہنے کی خبر دی جا رہی ہے تو دوسری حدیث شریف میں اس نالائق انسان کو مالک کون و مکاں کی طرف سے ندا دی جا رہی ہے جو تاج خلافت الٰہی کو سر پر اور خلعت کرامت (ولقد کرمنا بنی آدم) دوش ظلمت پر رکھتا ہے کہ

اے دنیا کے اسیر! اے خواہشات کے بندے! اے ساکنِ غفلت آباد ہستی! اے راہ روِ سفر مدہوشی و فراموشی! کیا کوئی مغفرت کا متمنی ہے؟

کیا کوئی رزق سے پریشان نان جویں کا محتاج ہے؟

کیا کوئی کسی بیماری یا مرض میں مبتلا ہے؟

معبود اپنے عباد پر پوری آب و تاب کے ساتھ رحمتوں اور برکتوں کا نزول فرما رہا ہے، لا تقنطوا من رحمة الله إن الله یغفر الذنوب جمیعا کا حامل پروردگار بحرِ معصیت میں غوطہ زن عاصیوں و نافرمانوں پر مغفرت کی بوچھار فرما رہا ہے، ان اللہ ھو الرزاق کا حقیقی موصوف غرباء و مساکین کو عطائے رزق کی صدائیں لگا رہا ہے، وہ مالک اور مولی جو صحت و تندرستی سے ہمکنار کرتا ہے جو بیماری اور مرض میں مبتلا کرتا ہے آج کی شب بیماروں اور مریضوں کو آواز لگا رہا ہے، ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ نہیں، بلکہ طلوع فجر تک یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

کیا اب بھی یہ اعتراض رہ جاتا ہے کہ اس شب کی کوئی فضیلت نہیں؟ کیا اب بھی اس رات کے ساتھ بدعت کا شوشہ لگا رہے گا؟ نہیں! بلکہ یہ رات باعثِ اجر وثواب، اور باعثِ رحمت ومغفرت، ہی نہیں بل کہ اہم خصوصیات وامتیازات کی حامل ہے

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
تو نے بھی دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

شب برات میں عبادات

اس رات میں شریعت مطہرہ کی جانب سے کسی خاص عبادت کا حکم منقول نہیں ہے البتہ اس متبرک موقع پر انفرادی طور پر درجِ ذیل اعمال صالحہ کا خاص اہتمام کرنا چاہیے:

(1) کثرت دعا واستغفار: اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس رات (نفل) نماز کے سجدے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ، اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ، اَعُوْذُبِکَ مِنکَ جَلَّ وَجْهُکَ، لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

پھر جب صبح ہوئی تو میں نے اس دعا کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا، اس پر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اس کو سیکھ لے اور دوسروں کو بھی سکھا دے، کیوں کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو سکھائی اور کہا کہ اسے سجدے میں بار بار پڑھوں۔ (ماثبت بہ السنۃ عن البیہقی والنسائی)

(2) عشاء اور فجر کی نمازوں کا بھرپور اہتمام اور بروقت وباجماعت ادائیگی۔ (3) نوافل کی کثرت بالخصوص تہجد کا اہتمام۔ (4) صلوۃ التسبیح کا اہتمام۔ (5) کثرت تلاوت قرآن پاک۔ (6) پندرہ شعبان کا روزہ۔ (7) کسی کسی شب برات میں قبرستان بھی جانا چاہے تو جاسکتے ہیں اس کا لزوم مکروہ ہے۔

نیز بیہقی کی روایت کے مطابق حدیث شریف میں نبی اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ آئندہ سال کے لوگوں کی پیدائش اور موت، رزق کی فراخی اور تنگی کا فیصلہ اسی رات ہوتا ہے، بندوں کے نامہ اعمال اٹھائے جاتے ہیں، اس اعتبار سے یہ رات بڑی عظمت واہمیت کی حامل ہے۔

شب برات میں منکرات

یہ دنیا کی حقیقت ہے کہ جہاں خیر ہوتا ہے، وہیں شر کی آمیزش بھی پائی جاتی ہے، جہاں اچھائی کی فضا قائم رہتی ہے وہیں برائی کی بدبو بھی معاشرہ کو مکدر کرتی ہے، ایک طرف خالق کائنات کی طرف سے انعامات و اکرامات کی اَن گنت نوازشیں ہیں تو وہیں بدعات وخرافات کے دل دل میں پھنس کر اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے دارین کا خسارہ مول لیتے ہیں، غور کیجئے کہ اس رات میں کیا کیا نہیں ہوتا؟ کون کونسی بدعات ایسی ہیں یا جن پر ہم نے اسلام کا لیبل لگا کر انہیں فروغ دے رکھا ہے مسلم معاشرہ میں اس رات آتش بازی کی جاتی ہے، حلوہ پکا کر فاتحہ خوانی کی جاتی ہے، قبرستان میں چراغاں کیا جاتا ہے، عورتیں قبرستان جاتی ہیں۔

یہ سب رسومات ہیں اور غلط رسومات ہیں جو قرآن وحدیث کے معارض ہیں بلکہ یہ وہ اعمال ہیں جن سے اس رات کی توہین ہوتی ہے یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ اس رات جاگنا مقصود نہیں بلکہ عبادت مقصود ہے لہذا فضولیات اور لہو ولعب میں مشغول ہونے کے بجائے مزاج شریعت کا اعتدال مدنظر رکھتے ہوئے بکثرت عبادات کی انجام دہی ہمارے لیے دارین میں سعادت کا باعث ہوگی۔

حرماں نصیبی اور بدبختی کی انتہا

یہ وہ رات جس میں مغفرت اور رحمت کا خزینہ لٹایا جاتا ہے لیکن ان لوگوں کی قسمت پر افسوس نہ کیا جائے تو اور کیا کیا جائے کہ اس رحمت وبرکت کی شب میں بھی غضب خداوندی کے مستحق ہو کر اپنے دامن میں حرماں نصیبی اور بدبختی کو سمیٹتے ہیں جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے:

(1) اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا۔ (2) کینہ اور بغض رکھنے والا۔ (3) بدکار۔ (4) کسی انسان کو ناحق قتل کرنے والا۔ (5) رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا۔ (6) پاجامہ ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا۔ (7) والدین کا نافرمان۔ (8) شراب کا عادی

سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ہم ان گناہوں میں ملوث رہ کر خدا کے انعام سے محروم تو نہیں ہو رہے ہیں؟ اگر ہم میں یہ برائیاں ہیں تو خدارا توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، ان گناہوں سے تائب ہو کر بارگاہ حق میں سجدہ ریز ہونے کی فکر کیجیے۔

خدا تعالیٰ ہمیں شریعت مطہرہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس رات کی خیر وبرکت سے ہماری اور تمام امت مسلمہ کی بخشش فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

اصلاحی مضامین

موبائل کا استعمال اور ایک نصیحت[1]

پسند فرمودہ: حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری مدظلہ العالی

ایک فاضل اہلِ علم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی سُجھائی ہوئی ایک بہترین بات تحریر فرمائی ہے، کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کا امتحان لیا تھا، جب کہ وہ حالتِ احرام میں تھے، حج وعمرہ کے احرام کی حالت میں شکار ممنوع ہوتا ہے، امتحان اس طرح ہوا کہ ان کے اتنے قریب تک پہونچا دیا کہ اگر ان میں سے کوئی اسلحہ وآلات کے بغیر ہاتھ سے شکار پکڑتے تو پکڑ سکتے، قرآن میں ہے ’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعہ ضرور آزمائے گا، جو تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی پکڑ میں آجائیں گے تاکہ وہ جان لے کہ کون ہے؟ جو اس کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتا ہے، پھر جو شخص اس کے بعد حد سے تجاوز کرے گا وہ دردناک سزا کا مستحق ہوگا‘‘ (مائدہ: ۹۴) اِس زمانہ میں بھی ایسا ہی امتحان وابتلا بہ کثرت پیش آرہا ہے، البتہ اس کا انداز اور طریقہ قدرے مختلف ہے۔۔۔ وہ کیا ہے اور کیسے ہے؟

آج سے تقریباً ۱۰/ ۲۰ سال پہلے فحش تصاویر اور ناجائز ویڈیو گرافکس وغیرہ کا حصول کافی حد تک دشوار اور مشکل ہوا کرتا تھا، لیکن آج کل موبائل اسکرین یا کمپیوٹر کے بٹن کو ہلکا سا ٹچ کرنے سے سارے مناظر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں (اعاذنا اللہ منہ) اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو یاد کیجئے اور غور فرمایئے ’’لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب ‘ اللہ تعالیٰ جاننا چاہتا ہے کہ کون اللہ سے غائبانہ ڈرتا ہے، تنہائی میں اپنے جسمانی اعضا کی خاموشی و بے زبانی سے دھوکے میں نہ پڑو، اس لئے کہ ایک دن ان کے بولنے کا بھی نمبر آنے والا ہے، قرآن میں ہے ’’ آج ہم ان کی منھ پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے، اور اُن کے پیر اُن کے کرتوت کی گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو پھر سے ذہن نشین کرلیجئے: قرآن میں ہے ’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعہ ضرور آزمائے گا، جو تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی پکڑ میں آجائیں گے تاکہ وہ جان لے کہ کون ہے؟ جو اس کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتا ہے، پھر جو شخص اس کے بعد حد سے تجاوز کرے گا وہ دردناک سزا کا مستحق ہوگا‘‘۔

---

[1] یہ مضمون مجلس انصار الحق وانمباڑی کا شائع کردہ ہے۔

خلوت میں مصیبت زیادہ خطرناک ہے!

ایک بزرگ کا ارشاد ہے ”جب کوئی آدمی گناہ میں مبتلا ہو، عین اسی وقت ہَوا کے جھونکے سے دروازے کا پردہ ہلنے لگے اور اُس کے ہلنے سے آدمی یہ سمجھ کر ڈر جائے کہ کوئی آ گیا، تو یہ ڈر اس گناہ سے بڑا ہے جو وہ کر رہا تھا“ کیوں کہ یہ شخص مخلوق کے دیکھنے کے اندیشے سے بھی ڈرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اس کو یقیناً دیکھ رہے ہیں، پھر بھی خوف نہیں کرتا۔۔۔!!! کوئی شخص تصاویر دیکھنے میں مشغول ہو اور دروازے پر کچھ آہٹ محسوس ہو تو اُس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ”کلیجہ منھ کو آ جاتا ہے، سانس رُک جاتی ہے اور دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، پھر وہ اپنا کمپیوٹر بند کر کے دروازہ کھول کر دیکھتا ہے تو وہاں بلی ہوتی ہے“ اے میرے پیارے بھائی! اللہ تعالیٰ اُس سے بھی زیادہ قریب ہے، اس کا خوف کیوں نہیں کرتے؟

مراقبے کی دیوار!

آدمی اور اُس کے موبائل کی ناجائز اور رُسوا کُن حرکتوں کے درمیان ”اللہ کے دھیان“ کی دیوار کے سوا کوئی دوسری چیز حائل نہیں۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام علماء کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مراقبہ یعنی ”اللہ کے دھیان“ سے بڑھ کر کوئی واعظ اور اُس سے بڑی کوئی ڈرانے والی چیز زمین پر نہیں اُتاری، پس جس نے اُس مراقبے کی دیوار کو ڈھایا اُس نے بڑی جسارت کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو جسارت دکھلانا بڑی خطرناک چیز ہے۔

اس زمانے کا بزرگ شخص

کسی بزرگ کا ارشاد ہے ظاہر میں اللہ کا دوست اور باطن میں اللہ کا دشمن نہ بن، اگر ایک طرف ہم کہتے ہیں کہ ”اس زمانے میں پہلے کی بہ نسبت حرام کاموں تک رسائی بہت آسان ہوگئی ہے۔“ وہیں ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ ”اس زمانے میں ترکِ حرام سے جتنا اللہ کا قرب حاصل ہوگا اتنا کسی اور چیز سے حاصل نہ ہوگا۔

تنہائی میں گناہ سے خصوصی اجتناب

تنہائی اور خلوت کے گناہوں سے بچو! ”بہ طور خاص اہل خانہ کی غیر موجودگی میں موبائل کمپیوٹر اور ٹیلی ویژن کے گناہوں سے“ اس لئے کہ خلوت کے گناہ ایمان کی راہ سے ڈگمگا دیتے ہیں اور ثابت قدمی کو نقصان پہنچاتے ہیں، تنہائی کی عبادت کو لازم پکڑو! تم اس سے اپنے نفس کو شہوات کی پکڑ میں آنے سے بچا سکو

گے، اگر تم زندگی کی آخری سانس تک ایمان پر جمے رہنا چاہتے ہو تو خلوت میں مراقبہ یعنی ’’اللہ کے دھیان‘‘ کو لازم پکڑ لو۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ’’خلوت کے گناہ راہِ حق سے متزلزل کر دیتے ہیں اور عبادات سے ثباتِ قدمی نصیب ہوتی ہے‘‘۔ بندہ اپنی خلوت کو جتنی زیادہ پاکیزہ رکھے گا، اللہ تعالیٰ قبر میں اس کی تنہائی کو اسی قدر شاد و آباد رکھے گا۔

رہا معاملہ قیامت کے دن کا تو سنو!

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’میں اپنی امت کے کچھ لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں جو قیامت کے دن مکہ کے پہاڑوں جیسی نیکیاں لے کر آئیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ اُن کی ساری نیکیوں کو اکارت کر دیں گے، حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے کچھ اوصاف وعلامتیں ہمیں بتلا دیجیے کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں ہم بھی اُنھیں میں سے ہو جائیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’سنو! وہ تمہارے ہی بھائی ہوں گے، تمہاری جنس اور نسل کے ہوں گے، وہ تمہاری ہی طرح رات (کی نیکیوں) کو حاصل کریں گے، لیکن جب اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے ساتھ خلوت اور تنہائی کو پائیں گے تو ساری حدود توڑ کر رکھ دیں گے۔‘‘ (ابن ماجہ)

موبائل ایک بینک لاکر کی طرح ہے

موبائل فون ایک صندوق، بہ الفاظ دیگر ’’بینک لاکر‘‘ ہے، اس میں نیکیاں جمع کرو یا برائیاں! آپ اس میں جو بھی ڈالیں گے کل قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال میں موجود پائیں گے۔

اے اللہ! ہمیں اپنا ایسا ڈر اور ایسی خشیت عطا فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانیوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ اے اللہ! ہم آپ سے خلوت وجلوت میں آپ کی خشیت کا سوال کرتے ہیں۔

اصلاحی مضامین

مؤذن کا مقام: احادیث کی روشنی میں

از: مولانا سید احمد زکریا غوری ندوی مظاہری

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موذن کے گناہ وہاں تک معاف کر دیے جاتے ہیں جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے (یعنی اگر اتنی مسافت تک کی جگہ اس کے گناہوں سے بھر جائے تو بھی وہ سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں)، جان دار بے جان جو مؤذن کی آواز سنتے ہیں وہ سب قیامت کے دن اس کے لیے گواہی دیں گے۔ مؤذن کی آواز پر نماز میں آنے والے کے لیے پچیس نمازوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور ایک نماز سے پچھلی نماز تک کے درمیانی اوقات کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(سنن ابوداود)

(۲) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: مؤذن کی آواز کو جو درخت مٹی کے ڈھیلے، پتھر، جن اور انسان سنتے ہیں وہ سب قیامت کے دن مؤذن کے لیے گواہی دیں گے۔ (ابوسعید خدری - ابن خزیمہ: ۱/۲۰۳)

(۳) حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اگلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ فرشتے ان کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ اور مؤذن کے اتنے ہی گناہ معاف کیے جاتے ہیں جتنی حد تک وہ اپنی آواز بلند کرے۔ جو جان دار و بے جان اس کی آواز کو سنتے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور مؤذن کو ان تمام نمازیوں کے برابر اجر ملتا ہے جنھوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھی۔

(نسائی، حدیث نمبر ۶۴۷)

(۴) حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: مؤذن قیامت کے دن سب سے زیادہ لمبی گردن والے ہوں گے۔ (مسلم، حدیث نمبر: ۸۵۲)

(۵) فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: جس نے بارہ سال اذان دی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اس کے لیے ہر اذان کے بدلے میں ساٹھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر اقامت کے بدلے میں تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(عن ابی ھریرہؓ۔ مستدرک حاکم)

اصلاحی مضامین

مکاتب کا قیام وقت کی ایک ناگزیر ضرورت!

از قلم: حافظ محمد عمر کاماریڈی*

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

ملکِ ہندوستان میں آئے دن حالات بدلتے جارہے ہیں، روز بروز مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچی جارہی ہے، ہر چہار سوز ہریلی ہوائیں چل رہی ہیں، نئی نئی پالیسیاں وجود میں آرہی ہیں، خفیہ تحریکیں ہورہی ہیں، حال ہی میں نئی تعلیمی پالیسی سے متعلق جو بل پاس کیا گیا وہ بھی مسلمانوں سے دشمنی اور عداوت ہی کا ایک واضح مظہر ہے؛ اگرچہ کہ دنیوی اعتبار سے اس کے فوائد ونتائج سے کسی کو انکار نہیں؛ لیکن دینی اعتبار سے وہ مسلمانوں کی نئی نسل کے حق میں انتہائی خسران کا باعث اور مہلکِ دین وایمان ہے، جس کی بنیاد سراسر عقیدۂ توحید کے خلاف اور تعلیماتِ اسلامی کے بالکل برعکس ہے، اور اس کا بس واحد علاج مکاتبِ دینیہ کا قیام ہے جو بقائے اسلام اور تحفظِ دین وایمان کا ذریعہ ہے، جو کہ ایک دینی گہوارہ اور بنیادی درسگاہ ہے۔

مکاتب کی اہمیت:

ہماری نئی نسل ہی مستقبل کے رجالِ کار اور ملت کے معمار ہوتے ہیں، اس لئے ان کی ذہنی واخلاقی نشونما اسلامی تعلیمات پر ہونا ازحد ضروری ہے، اور ایسے ماحول وفضا کا فراہم کرنا ان کے لئے لابدّی ہے جس میں خالص اسلامی تہذیب کی چھاپ ہو، اور غیر اسلامی ثقافت کے تمام ایمان سوز اثرات سے پاک ہو، یہ حقیقت بھی چشم کشا ہے کہ معاشرہ اور سوسائٹی میں مکاتب کا قیام بقائے اسلام کا ضامن اور تحفظِ ایمان کا کفیل ہے، ان مکاتب سے علم کی جو روشنی نکل رہی ہے اس سے پوری دنیا سیراب وفیضیاب ہورہی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ان مکاتب کی طرف متوجہ کریں جس سے ان کے اندر دینی ماحول پیدا ہو، اور مکاتب کے نظام کی مضبوطی کی وجہ سے کفرستان میں بھی ایمان باقی رہ سکتا ہے؛ ورنہ مکاتب سے بے التفاتی وبے اعتنائی کی وجہ سے ایمانستان میں رہ کر بھی ایمان کی کوئی گیارنٹی نہیں دی جاسکتی، بہر حال بچے چونکہ خالی الذہن ہوتے ہیں،

اسی لیے بچوں کے معصوم ذہن پر مکتب کی تعلیم کا بڑا اثر پڑتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ التعلم في الصغر كالنقش في الحجر (فتح الباري: باب التعليم للصبيان: ۹/ ۸۳) یعنی بچپن میں علم حاصل کرنا پتھر کی لکیر کی طرح ہوتا ہے، اس لیے ہمیں اسی وقت سے کوشش کرنا چاہیے کیوں کہ اگر اس دور میں بچے کا ذہن دینی مزاج بن گیا تو زندگی کے ہر موڑ پر وہ دین کا دامن تھامے رکھے گا، کسی بھی موقع پر اس کا رشتہ دین سے کٹا ہوا نہیں رہے گا، اسی مکتب کی تعلیم کی اہمیت وضرورت کے پیشِ نظر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: تین چیزیں لوگوں کے لئے ضروری ہے، (۱) حاکم وامیر، ورنہ لوگ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو جائیں گے، (۲) مصحف یعنی قرآن کی خرید وفروخت؛ ورنہ کتاب اللہ کا پڑھنا پڑھانا بند ہو جائے گا، (۳) عوام الناس کی اولاد کو تعلیم دینے کے لیے ایسا معلم ضروری ہے، جو اجرت لے، ورنہ لوگ جاہل رہ جائیں گے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام: ۱/ ۲۹۱) چنانچہ اسی وجہ سے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ جب مکتب کے پاس سے گزرتے تو فرماتے یہی بچے ہماری قوم کے رہنما ہیں۔ (طبقات ابن سعد: ۵/ ۱۴۱)

نیز قیامِ مکاتب عیسائی مشنریز کے باطل نظریات وخیالات سے پاک کرنے کے لئے از بس ضروری ہے، اس لیے اس سلسلہ میں علماء وحفاظ کو نائبینِ رسول اور وارثینِ انبیاء ہونے کی حیثیت سے ہر ہر محلے کی ہر ہر مسجد میں منظم طور پر مکاتب کا قیام عمل لانا چاہیے، اور مستحکم انداز میں با تجوید قرآن کی تعلیم ہو، احادیثِ نبویہ اور ادعیہ یومیہ کا حفظ ہو، اور عقائدِ دینیہ (توحید، رسالت، بعث بعد الموت، وغیرہ) کی تفہیم ہو، تو تب کہیں جا کر ہماری نئی نسل ارتداد کی لہروں سے بچ سکتی ہے، اور دولتِ ایمان باقی رہ سکتی ہے۔

قرونِ اولیٰ میں مکاتب کا اہتمام:

ان مکاتب کے قیام کا مقصد مسلمان بچوں کو پڑھنے لکھنے اور حفظ قرآن کی تعلیم دینا ہوتا ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم کا خصوصی اہتمام کیا ہے؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مشرک اسیروں کی رہائی دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھانے پر موقوف رکھی تھی، انہیں دنوں میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انصاری بچوں کی ایک جماعت کے ساتھ لکھنا سیکھا تھا (تاریخ بغداد بشار: ۱۰/ ۳۲۴) خیر القرون میں مکتبی تعلیم کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا تھا، چناں چہ خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اولاً بچوں کی تعلیم کے لئے مکتب قائم کئے اور معلمین کے لئے بقدرِ کفایت ایک رقم بطورِ وظیفہ کے مقرر کردی۔ (محلی ابن حزم: ۷/ ۱۹۵) اس طرح سے ہر جگہ مکاتب کا نظام قائم ہو گیا تھا اور بہت سارے فقہاء اور علماء نے اپنی ابتدائی تعلیم انھیں مکاتب میں پائی تھی؛ چناں چہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لڑکپن میں مکتب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ”

میں اپنی ماں کی گود میں یتیم تھا، مجھے میری ماں نے ایک مکتب کے حوالہ کر دیا، جب میں نے قرآن ختم کیا، تو میں مسجد میں جا کر علماء کی مجالس اور حلقوں میں بیٹھنے لگا۔" (جامع بیان العلم و فضلہ)

مکاتب کی اہمیت اکابرِ امت کی نظر میں:

اسی مکتبی تعلیم کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے سلف صالحین اور علماء کاملین کے نہایت ہی پر اثر اور تاریخ ساز اقوال موجود ہیں: چناں چہ حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے دینی تعلیم کونسل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "دو باتوں میں سے کسی ایک کے لیے تیار ہو جائیں، یا تو اپنے بچوں کے دینی اور تہذیبی ارتداد پر راضی ہو جائیں یا اس راستہ میں ہمیں جو محنت کرنی ہے اس کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں"۔

(مکاتب کی اہمیت اکابر کی نظر میں:۱)

اسی طرح مفکرِ اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا: "بالکل صاف کہتا ہوں بچوں کے عید کے کپڑے بنانے سے ہزار بار زیادہ، اور بچہ بیمار ہو جائے تو اس کا بہتر سے بہتر علاج کرنے سے سیکڑوں بار زیادہ، اور اپنے بچوں کو نوکری کے قابل بنانے سے لاکھ بار زیادہ، یہ ضروری ہے کہ اس کو سچا پکا مسلمان بنایا جائے"

(مکاتب کی اہمیت، اکابر کی نظر میں:۶)

یہی وجہ ہے کہ ترجمان اہل سنت حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی نے ایک مرتبہ نئی تعلیمی پالیسی اور مکاتب کی اہمیت کے حوالے سے فرمایا تھا "موجودہ دور میں مدارس کی تعلیم فرضِ کفایہ ہے اور مکاتب کی تعلیم فرضِ عین ہے۔"

لہٰذا میں اپنی علماء برادری سے بھی ایک دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ ہم اپنی تنخواہ کے کم ہونے کی وجہ سے معصوم بچوں کو کفر وارتداد کے طوفانوں کے حوالے نہ کریں، کم از کم ایک دین کا خادم اور نبی کا وارث ہونے کی حیثیت سے نونہالانِ امت کے عقائد کی اصلاح اور قرآن کی درستگی کے لئے تیار ہو جائیں، جو کچھ بھی مل جائے ٹھیک ہے اور ہم اپنی معمولی تنخواہ کی وجہ سے پڑھانے سے پیچھے نہ ہٹیں، ورنہ کل میدانِ محشر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے، اور یہ حقیقت بھی بدیہی ہے کہ دنیا تنخواہ ملنے کی جگہ ہے (یعنی تن جتنا چاہتا ہے مَن خواہ ملنے کی جگہ نہیں ہے، پیسوں کے ترازو میں علم کو تولنے والا استاد اپنے علم کی تذلیل کر رہا ہے، اور مکاتب کے اساتذہ اپنے آپ کو ہرگز کمتر اور حقیر نہ سمجھیں، آپ تو معزز اور افضل لوگ ہیں جیسا کہ حدیثِ عثمان بن عفان میں ہے" خیر کم من تعلم القرآن و علمہ "(الصحیح البخاری:۵۰۲۷)

نہ پُوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انھی خلوت گزینوں میں

خلاصۂ تحریر

یہ ہے کہ ہم وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے عزم کریں کہ جن مساجد میں مکاتب کی تعلیم کا نظم نہ ہو تو فی الفور وہاں ابتدا کر دیں، اور جہاں پہلے سے مکاتب کا نظام ہو وہاں اس کو مستحکم بنائیں، تعلیمی معیار میں تبدیلی لائیں، اکابرِ امت کی رہنمائی اور مفکرین کے مشوروں کے ساتھ اس کا نظام قائم کریں، اس کے علاوہ نونہالانِ امت کے ایمان کے بقاء کا کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں، اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں! ہمیں ہی اس فریضہ کا بوجھ اٹھانا ہے، ہم ہی اس کے ذمہ دار ہیں، بس ہمیں آگے بڑھانا ہے اس لیے کہ کام تو بس کام سے ہوگا

نہ کہ حسنِ کلام سے، ذکر کے التزام سے، فکر کے اہتمام سے

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے امت کے نونہالوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہر دجالی فتنے سے اپنی پناہ میں رکھے۔

نیز ہم دشمنوں کی سازشوں سے نہ گھبرائیں اور اپنی محنت اور توفیق ایزدی سے دشمنانِ اسلام کو بتادیں کہ

طاقتیں تمہاری ہیں اور خدا ہمارا ہے
عکس پر نہ اِتراؤ، آئینہ ہمارا ہے

آپ کی غلامی کا، بوجھ ہم نہ ڈھوئیں گے
آبرو سے مرنے کا، فیصلہ ہمارا ہے

عمر بھر تو کوئی بھی، جنگ لڑ نہیں سکتا
تم بھی ٹوٹ جاؤ گے، تجربہ ہمارا ہے

اصلاحی مضامین

زبان کی چند تباہ کاریاں

بہ قلم: مفتی محمد ابراہیم قاسمی حسامی *

زبان اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، جو بہ ظاہر گوشت کا معمولی سا لوتھڑا ہے؛ مگر جذبات واحساسات کی ترجمانی کا اہم ترین وسیلہ ہے، چپ رہ کر اور زبان کو بری باتوں سے محفوظ رکھ کر دنیا کی بہت سی آفتوں سے بچا جاسکتا ہے، دینی واخروی طور پر بھی بہت سی بلاؤں سے نجات حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ انسان عام طور پر جن بلاؤں اور آفتوں میں گرفتار ہوتا ہے ان میں اکثر زبان ہی کے ذریعہ پہنچتی ہیں۔

کلام کی قسمیں:

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انسان اپنی زبان سے جو بات نکالتا ہے اور جو کلام کرتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں۔ ایک تو محض نقصان، دوسرے محض نفع، تیسرے وہ بات اور کلام جس میں نہ نفع ہوتا ہو اور نہ نقصان ہوتا ہو اور چوتھے وہ بات اور کلام جس میں نفع بھی اور نقصان بھی ہو، اس سے خاموشی ہی اختیار کرنا چاہے کیونکہ نقصان سے بچنا فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہوتا ہے اور وہ کلام کہ جس میں نہ نفع ہو نہ نقصان تو ظاہر ہے کہ اس میں زبان کو مشغول کرنا محض وقت ضائع کرنا ہے اور یہ چیز بھی خالص ٹوٹا ہے۔ رہی دوسری قسم یعنی وہ کلام جس میں نفع ہی نفع ہو تو اگرچہ ایسی بات وکلام میں زبان کو مشغول کرنا برائی کی بات نہیں ہے لیکن اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اس میں بھی ابتلائے آفت کا خطرہ ضرور ہوتا ہے بایں طور کہ ایسے کلام میں بسا اوقات ریاء وتصنع، خوشنودی نفس اور فضول باتوں کی آمیزش ہوجاتی ہے اور اس صورت میں یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے کہ کہاں لغزش ہوگئی ہے۔ حاصل یہ کہ ہر حالت اور ہر صورت میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے اور نجات کا ذریعہ ہے کیونکہ زبان کی آفتیں ان گنت ہیں اور ان سے بچنا سخت مشکل الا یہ کہ زبان کو ہی بند رکھا جائے کسی نے خوب کہا ہے، "اللسان جسمه صغير وجرمه كبير وكثير" زبان کا جثہ تو چھوٹا ہے مگر اس کے پاپ بڑے اور بہت ہیں۔

* صدر صفا ایجوکیشنل سوسائٹی وقار آباد تلنگانہ

کوئی بھی انسان جب اپنی زبان کو بے قابو چھوڑتا ہے تو ہر لمحہ اس کے مفاسد اور اس کی خرابیاں وجود میں آتی رہتی ہیں، اِس مضمون میں ہم زبان کے چند جرائم اور مفاسد پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے؛ تاکہ کسی حد تک ہم ان مفاسد سے بچنے کی کوشش کر سکیں اور اس کے نتیجے میں ایک صالح اور روشن معاشرہ وجود میں آسکے۔

گالی گلوچ

گالی دینا یا کسی کو برا بھلا کہنا اخلاق رزیلہ میں شمار ہوتا ہے۔ دنیا میں بہت سارے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو بات بات پر اپنی زبانوں کو گالیوں سے گندا کرتے ہیں۔ مگر ایک باوقار اور بردبار شخص ہمیشہ اس سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کی علامات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ''جب لڑائی کرے تو فوراً گالی پر اتر آئے۔

گالی دراصل اپنے مخالف کو کمزور کرنے اور کبھی کبھی اشتعال دلانے کے لیے دی جاتی ہے۔ مگر ایک بندۂ مومن اس برے ہتھیار کا کسی بھی صورت میں استعمال کرنے سے گریز کرتا ہے۔ حالاں کہ ردّ عمل میں اگر وہ بھی کوئی سخت رویّہ اختیار کر لے اور برابری کی حد تک کوئی اقدام کر لے تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

قرآن کریم میں ہے: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ ﴿النساء: ۱۴۸، ۱۴۹﴾

''اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ مظلوم ہونے کی صورت میں اگرچہ تم کو بدگوئی کا حق ہے، لیکن اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ، یا کم از کم برائی سے درگزر کرو تو اللہ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، حالاں کہ سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔''

اسی بات کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں دوسرے انداز میں فرمایا: اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ (بخاری، کتاب الصوم، باب ھل یقول انی صائم اذا شتم) ''جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ گندی گفتگو کرے، نہ لڑائی جھگڑا کرے، اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑائی کرے، تو وہ جواب میں کہے میں روزے سے ہوں۔''

اس حدیث سے بھی پتا چلتا ہے کہ مومن بندہ بھی جواب دے سکتا ہے، مگر اعلیٰ اخلاق کا تقاضا ہے کہ مومن کسی بھی طرح بلندی سے پستی کی طرف نہ آئے؛ بل کہ اس کے اور اُس زبان دراز یا گالی دینے والے کے درمیان واضح فرق نظر آنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ ''کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتل کرنا کفر ہے۔''

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گالی گلوچ کو کبائر میں شمار کیا ہے۔

عَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ۔ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ، نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّه، فَيَسُبُّ أُمَّه۔ (مسلم، کتاب الایمان باب الکبائر وأکبرھا، بخاری، کتاب الادب، باب لایسب الرجل والدہ)

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا اپنے والدین کو سب وشتم کرنا بڑے گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ کوئی اپنے والدین کو گالی دے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ اس طرح کہ وہ کسی کے والد کو گالی دیتا ہے جواب میں وہ بھی اس کے والد کو گالی دیتا ہے۔ وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ بھی اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے خود اپنے والدین کو گالی دے دی۔

کسی پر تہمت لگانا

قرآن مجید میں تہمت کے لیے رمی کا لفظ اور حدیث میں قذف کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تہمت دراصل ایک ایسی بات کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی دوسرے شخص کو کسی ایسے جرم اور گناہ کا مجرم قرار دیا جائے جس کا ارتکاب اس نے نہ کیا ہو۔ شریعت میں یہ ایک گھناونی حرکت ہے اور اس عمل کے ذریعے ایک انسان دنیا میں اللہ کی طرف سے ذلت اور رسوائی کا اور آخرت میں عذاب الیم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ تہمت لگانے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا کہ اس کے ذریعے قاذف (تہمت لگانے والا) مقذوف (جس پر تہمت لگائی گئی ہو) کو معاشرے کے اندر رسوا اور ذلیل کرنا چاہتا ہے اور اس کی عزت کو مٹی میں ملانا چاہتا ہے۔ اس عمل کی شدت کراہت ہی کی وجہ سے اللہ نے قرآن مجید میں ایک سخت قانون وضع کیا ہے؛ تاکہ اس عمل کے مرتکب کو سزا دے کر معاشرے کو اس کے ذریعے سے پیدا ہونے والے فسادات سے محفوظ رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ (سورۃ النور)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، تو ان کو اسی ۸۰ کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔''

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تہمت تو بہ ہر حال ایک جرم ہے چاہے کسی پر بھی لگائی جائے، مگر اس کی شدت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب یہ پاک دامن عورتوں پر لگائی جائے۔

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے قاذف کے لیے دنیا اور آخرت کی دونوں سزاؤں کو ایک ساتھ جمع کیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ (سورۃ النور) ''جو لوگ پاک دامن، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ (النساء) ''اور جس نے کوئی خطا یا گناہ کر کے اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا، اس نے تو بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک حدیث میں سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ کسی پاک دامن مومن اور بے خبر عورت پر تہمت لگائی جائے۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا)

تہمت کا اطلاق خاص طور پر زنا اور بدکاری کے الزام پر ہوتا ہے؛ لیکن اگر دوسرے جرائم اور گناہوں کا الزام لگایا جائے تو وہ بھی اس میں شامل ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهٖ (بخاری، کتاب الادب، ترمذی، ابواب الایمان)

''جس نے کسی مومن کو کفر کی تہمت لگائی یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے اس کو قتل کر دیا''

ایک اور حدیث میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَه، وَهُوَ بَرِيْءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ۔

(بخاری، کتاب المحاربین، باب قذف العبید۔ ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب النھی عن ضرب الخدام وشتم)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی حالاں کہ وہ اس تہمت سے بری ہو تو قیامت کے روز اس آقا پر کوڑے مارے جائیں گے الا یہ کہ ایسا ہی ہو جیسا اس نے کہا۔

غرض تہمت زبان کا ایک ایسا جرم ہے کہ اگر بالفرض دنیا میں اس کی سزا سے انسان بچ بھی جائے، تو قیامت کے روز اس کی سزا جہنم کی صورت میں اس کو ضرور ملے گی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قَذْفُ المحصَنَةِ يَهْدِمُ عَمَلَ مِأَةِ سَنَةٍ (عن حذیفہ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ سورۃ

النور، بحوالہ ابن ابی حاتم) ''پاک دامن عورت پر تہمت لگانا ایک سو سال کی عبادت کو ضائع کر دیتا ہے۔''

غیبت

کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی اس طرح بیان کرنا، جس کے نتیجے میں اس کی ذلت و رسوائی ہو رہی ہو، اِسے غیبت کہتے ہیں۔ شریعت میں غیبت کو ایک بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ غیبت کی تعریف اللہ کے رسول ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی ہے: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟ قَالُوْا، اللهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قِيْلَ أَفَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ فِي مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَه، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّه۔ (مسلم، کتاب البر، باب تحریم الغیبۃ، ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الغیبۃ)

نبی ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر کرے ایسے ڈھنگ سے کہ جس کو وہ ناپسند کرتا ہو، پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا، اگر وہ بات (عیب) جو میں کہہ رہا ہوں میرے بھائی کے اندر پائی جاتی ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ بات جو تو کہتا ہے اس کے اندر موجود ہو تو یہ غیبت ہوئی اور اگر اس کے اندر وہ بات (عیب) نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان لگایا۔

اس حدیث سے غیبت اور تہمت کے درمیان واضح فرق معلوم ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے؛ اس لیے کہ جس طرح کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو اس کا مردہ بھائی اپنا دفاع نہیں کرسکتا، اسی طرح جس کی غیبت کی جاتی ہے وہ بھی اپنا دفاع نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (الحجرات: ۱۲) ''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو، اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔''

ایک حدیث میں غیبت کو زنا سے زیادہ سنگین قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا: ''غیبت زنا سے سخت تر گناہ ہے، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ غیبت زنا سے سخت گناہ کیوں کر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی

زنا کرتا ہے تو پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے؛ لیکن غیبت کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا جب تک کہ وہ شخص اس کو معاف نہ کردے جس کی غیبت کی گئی ہے۔'' (راہ عمل، ص:۱۶۶)

چغلی

چغلی کھانا بھی زبان کا ایک بدترین اور قبیح عیب ہے، جس کی وجہ سے ایک صحیح سالم معاشرے کے افراد ایک دوسرے سے بدظن ہوجاتے ہیں، ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھتا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے کی اخلاقی ترقی رک جاتی ہے۔ چغلی یہ ہے کہ کسی کی ایسی بات کو دوسرے ایسے شخص کے ہاں پہنچانا جس کو سن کر وہ اس سے بدگمان اور ناراض ہوجائے اور ان کے باہمی تعلقات خراب ہوجائیں۔ جب کہ اسلام صلح وصفائی اور آپس میں مضبوط رشتے کی تعلیم دیتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: عَنْ حُذَيفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: لَا يَدْخُلُ الجنَّةَ قَتَّاتٌ (بخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ) ''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

روایات میں آیا ہے کہ دو اشخاص کو محض عذاب قبر میں مبتلا ہونا پڑا کہ ان میں ایک آدمی پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا لوگوں کے سامنے دوسروں کی چغلی کھاتا تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ رشتوں کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا لَا يَدْخُلُ الجنَّةَ قَاطِعٌ۔

(بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع)

جھوٹ

حقیقت کے خلاف کوئی کلام کرنا جھوٹ کہلاتا ہے۔ یہ منافقانہ صفت ہے اور ایک سچا مومن اس خصلت سے اپنے آپ کو ہمیشہ دور رکھتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُطْبَعُ المؤْمِنُ عَلَى الخلَالِ كُلِّهَا الَّا الخيانَةِ وَالْكِذْبِ۔ (مسند احمد) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کی طبیعت میں ہر عادت وخصلت کا امکان ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ اور یہ منافق کی علامت بتائی گئی: اذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔ ''جب وہ بولے تو جھوٹ بولے اور اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔''

طنز اور عیب جوئی

طنز اور عیب جوئی بھی زبان سے سرزد ہونے والے گناہوں میں سے ایک ہے۔ اس لیے ایک مومن کو

چاہیے کہ وہ حتی المقدور دوسروں پر طنز کرنے اوران کے عیب ٹٹول کر بیان کرنے سے باز رہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی تمام نیکیاں برباد کر کے اسے جہنم کے اندر گرادے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہلاکت کی وعید سناتا ہے: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ (الھمزۃ:۱) ''تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو لوگوں پر طنز اور برائیوں کا خوگر ہے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان تمام لوگوں کی اطاعت سے منع فرمایا گیا جن کے اندر یہ اوصاف ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝ ۔(القلم:۱۰،۱۱) ''ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا، بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقعے پر اہل نفاق مسلمانوں کو بلند آواز سے خطاب فرمایا: ''اے افراد جماعت! جو زبان سے مسلم ہو اور ایمان دل میں داخل نہیں ہوا، تم مسلمانوں کو ایذا نہ دو، ان پر طنز نہ کرو اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کی تلاش میں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کا بھانڈا پھوڑ دے گا، اللہ تعالیٰ جس کی برائیوں کا پردہ چاک کرتا ہے، اسے بے عزت اور رسوا کرتا ہے، چاہے وہ اپنے گھر کے اندر خلوت میں برائی کر رہا ہو۔'' (ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجائ فی تعظیم المومن، عن ابن عمر)

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ایک آیت میں مختلف لسانی عیوب کی نشان دہی فرما کر مومنوں کو ان سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الحجرات) ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آجائیں، وہ ظالم ہیں۔''

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں تمام لسانی عیوب کو گنا کر آخر میں فرمایا گیا کہ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام عیوب ایک فاسق شخص کے اندر ہی ہوسکتے ہیں اس لیے کہ ایمان کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ مومن کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ اور مامون رہیں۔

فکر ونظر

مذہب اسلام اور ہندو دھرم کی ابتدا

ازقلم: محمد سلمان قاسمی محبوب نگری*

اسلام اور مسلمان کا لفظ جب بھی بولا جاتا ہے تو ایک بڑا طبقہ بلکہ سبھی مسلمانوں کا عام تصور یہی ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ مخصوص دین وشریعت ہے جس کو ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں، اس لیے جب بھی کسی سے اسلام کی تاریخ اور اس کے پس منظر کے بارے میں پوچھ گچھ ہوتی ہے تو سب یہی کہتے ہیں کہ یہ چودہ سو سالہ قدیم مذہب ہے، اور علماء و واعظین بھی اپنی تحریروں اور تقریروں میں اسلام کی سوانح عمری بیان کرتے ہوئے اسی تعبیر کو اختیار کرتے ہیں کہ" آج سے تقریبا چودہ سو سال قبل وغیرہ وغیرہ" ، ماضی قریب میں جمعیت علماء ہند کے ۳۴ ویں اجلاس کے دوران استاذ محترم حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے دیئے گئے بیان کے بعد میڈیا پر یہ بحث چھڑی رہی کہ اسلام اور ہندومت میں اقدم کون ہے؟ اور دونوں مذاہب کی تعلیمات کی اساس کیا ہے؟ قبل اسکے کہ مذہبیت اور اس کی تعلیمات کی بحث کو چھیڑا جائے اولاً ہم یہ ملحوظ رکھیں کہ اسلام نے تمام مسلمانوں کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ ہر دور میں مدعو کے مزاج کی مکمل رعایت کرتے ہوئے اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں، اس کے متعدد اصول اور اشارات قرآن پاک میں موجود ہیں، انہی میں سے ایک سورہ آل عمران کی آیت" یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء....الخ ہے، اس آیت میں یہود ونصاریٰ کو جو دراصل توحید کے علمبردار اور شرک و بت پرستی سے پاک عقیدہ رکھنے والے تھے دعوت دی جارہی ہے کہ تم اپنے مذہب کے مسلمہ اصول کو سامنے رکھ کر اسلام کی حقانیت کو جانو، یہ ایک حکیمانہ تبلیغ ہے جس میں مخاطب کو اس کے معتقدات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک امر کی طرف بلایا جارہا ہے تاکہ مخاطب کا ذہن بآسانی اس کی قبولیت کی جانب مائل ہو، حضرت مدنی دامت برکاتہم نے بھی اسی اسلوبِ قرآنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے برادران وطن کو ہندوستانیوں کے پرانے مذہب سے باخبر کرنے اور ہندومت و اسلام میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اس بیان کے بعد دانشور ہندو اور باشعور مسلمانوں نے حضرت کی خوب ستائش کی تو

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

وہیں ناعاقبت لوگ بشمول کچھ مسلمانوں کے اس اسٹیٹمنٹ پر برہم ہوگئے اور میڈیا و تحریرات میں حضرت کے خلاف اپنی بھڑاس نکالنی شروع کردی، اسی پس منظر کے تحت ذیل کے سطور میں اسلام کی اقدمیت اور ہندوستانیوں کے مذہب کی اساس کے بابت کچھ باتیں بغرض افادیت نقل کی جاتی ہیں تاکہ آگے ہم سب کے لیے تبلیغی کاز میں معاون بن سکیں۔

لفظ اسلام و مسلمان کا مصداق:

اسلام اور مسلمان کا اطلاق اپنے مخصوص معنیٰ کے اعتبا سے شریعت محمدیہ اور اس کے فالوورز پر ہوتا ہے لیکن ان کے عمومی معنی مراد لئے جائیں تو یہ الفاظ ہزاروں سال پرانی حضرت نوح حضرت ابراہیم و اسماعیل وغیرہم علیہم السلام کی شریعت اور ان کے ماننے والوں پر بھی صادق آتے ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَمَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ‌ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ‌ۙ وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ" (یونس:۷۲) اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم منہ موڑ لوگے تو میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے بس مجھے اتنا حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہو جاؤں، اسی سورت کی ایک اور آیت ہے: مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (٦٧) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ یکسو ہو کر مذہب کی پیروی کرنے والے مسلمان تھے، اس کے علاوہ قرآن پاک میں ایسی متعدد آیات ہیں جن میں کئی سارے انبیاء علیہم السلام کے بابت یہ لفظ بطور صفت کے استعمال ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام اپنے عمومی معنی کے اعتبار سے محض چودہ سو سالہ قدیم مذہب نہیں بلکہ یہ سب سے پہلے تشریعی نبی حضرت نوح اور ان سے پہلے حضرت آدم پر بھی صادق آتا ہے۔

ہندوستان میں پہلے کونسا مذہب آیا؟

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اسلام اور ہندومت یا سناتن دھرم کہیں ان میں اقدم اور پرانا کون ہے؟ کیا ہندو مذہب کے ماننے والے ہی اس ملک کے سب سے پہلے باسی ہیں یا ان سے پہلے بھی قومیں بسی ہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم سب سے پہلے اسی سرزمین پر آئے ہیں، کتب تاریخ اور قرآن و حدیث میں جہاں جہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے وہاں پر مورخین ومفسرین نے بعض تاریخی روایات کی بنا پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت آدم سب سے پہلے ہندوستان کے سراندیب جزیرے جو موجودہ سری لنکا میں ہے اتارے گئے، سراندیپ کے جزیرے میں ایک بہت بڑے پاؤں کا نشان ہے جو کئی مذاہب

کے لوگوں کے نزدیک مقدس ہے، مسلمان اور عیسائی اسے حضرت آدم کے پاؤں کا نشان مانتے ہیں، بدھسٹ اس کو گوتم بدھ کا نشان بتاتے ہیں ہیں اور ہندو اسے شیوجی کے پیر کا نشان سمجھتے ہیں، اہل عرب کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان سے ان کا بہت پرانا تعلق ہے، ابن جریر ابن ابی حاتم اور حاکم میں ہے کہ ہندوستان کے اس جزیرے کا نام جس میں حضرت آدم اترے ہیں دجنا ہے، کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ دجنا، دکھنا یا دکھن وہی ہے جو ہندوستان کے جنوبی حصے کا مشہور نام ہے (عرب و ہند کے تعلقات از سلیمان ندوی رحمہ اللہ)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کا تنور ہند میں تھا۔ (فتح القدیر ۲/ ۴۷۴)

آئینہ تاریخ کے مصنف نے لکھا ہے کہ ہمارے ملک کے قریب ہی جنوب کی طرف ایک جزیرہ ہے جسے ابنائے پاک علیحدہ کرتی ہے، ایک جگہ ہمارے ملک سے اس جزیرے کا فاصلہ صرف بائیس میل ہے جہاں سمندر بہت اتھلا ہے اور جگہ جگہ ریت کے ٹیلے ہیں اس کا نام لوگوں نے آدم کا پل رکھ کر اس کے بارے میں مشہور کر دیا کہ اسی راستے سے باوا آدم ہمارے ملک میں تشریف لائے تھے اگر یہ روایات صحیح ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ کا سب سے پہلا پیغمبر اور سب سے پہلا انسان اسی ہندوستان میں آیا ہے وہیں سے لوگ دنیا میں پھیلے۔ (آئینہ تاریخ ص ۱۰)

قرآنی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت نوح کی کشتی جودی پہاڑی پر رکی اور توریت کی روایات سے بتاتی ہیں کہ حضرت نوح اور ان کے ساتھی طوفان کے بعد بابل میں اکٹھا ہوئے مگر طوفان سے پہلے حضرت نوح کہاں تھے اور طوفان کا آغاز کہاں ہوا؟ جب اس مسئلہ پر غور کریں تو سورہ ہود کی آیت "حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ" (۴۰) سے پتہ چلتا ہے کہ طوفان تنور سے ابل پڑا، تنور کی تفسیر کے اختلاف سے قطع نظر حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ وہ تنور پتھر کا تھا، اس میں حضرت حوا روٹیاں پکاتی تھیں، بعد میں وہ تنور حضرت نوح کا ہو گیا اور ان سے کہا گیا کہ جب اس تنور سے پانی ابل پڑے تو تم اور تمہارے ساتھی سوار ہو جانا؛ یہی قول مجاہدؒ اور قتادہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

علامہ شوکانیؒ نے ایک قول نقل کیا ہے کہ تنور ہندوستان میں ایک مقام کا نام ہے، نرسنگھ اگروال نے اپنی کتاب The Hindu Muslim questions میں لکھا ہے کہ آرین قوم ہندوستان میں فادر منو (حضرت نوح) کے ساتھ آئی تھی، یوقیر بن یقطر بن حام بن نوح کی اولاد میں ہند اور سندھ دو بھائی تھے جن کے نام سے یہ علاقے مشہور ہوئے۔ (خلافت راشدہ اور ہندوستان از قاضی اطہر مبارکپوری)

یہ تو کچھ ہی روایتیں ہیں ان کے علاوہ متعدد تاریخی شواہد و روایات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا کے دو

پیغمبر حضرت آدم وحضرت نوح علیہما السلام کا تعلق اس خطۂ ارضی ہندوستان سے ضرور رہا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا مذہب اسلام تھا تو معلوم ہوا کہ اسلام کی خوشبو سے جنت ارضی ہندوستان بہت پہلے بلکہ سب سے پہلے معطر ہوا۔

ہندو مذہب کی ابتدا

تاریخی اعتبار سے ہندومت کے مبدا وآغاز کی کھوج میں دسیوں کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا، اس کے باوجود کہیں اس بات کا حتمی سراغ نہ لگ سکا کہ اس مذہب کا بانی کون ہے؟ اور اس کا نقطہ آغاز کیا ہے؟ بہت ساروں نے صراحتاً کہہ دیا کہ اس مذہب کی تاریخ محفوظ نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی بانی متعین ہے اور جن لوگوں نے تاریخی زاویے سے اس پر بحث کی اُس میں اِس قدر اختلاف اور تضاد پایا گیا کہ کسی ایک روایت کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا، پروفیسر محسن عثمانی صاحب اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں: ہندوازم دنیا کا وہ قدیم ترین مذہب ہے جس کی پیروی آج بھی کی جاتی ہے، لفظ انڈین (Indian) کی طرح ہندو بھی انڈس دریا کے نام سے مشتق ہے، (ہندو کی تحقیق میں اور بھی اقوال ہیں) لیکن نام کے مقابلے ہندو دھرم کہیں زیادہ قدیم ہے، ہندو دھرم کو آریہ دھرم یا آریہ طرز زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے، تقریباً ۳۰۰۰ سال قبل مسیح ہندوستان ایک سرسبز تہذیب کا گہوارہ تھا لیکن آریوں کی آمد سے قبل ان لوگوں کے رجحانات سے ہم بہت کم واقف ہیں، ہندوستان میں آریہ ۲۰۰۰ سال قبل مسیح آئے، لیکن اس وقت ان کے مذہبی خیالات کیا تھے؟ اس بارے میں ہم زیادہ نہیں جانتے، عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوازم آریائی وماقبل آریائی افکار ونظریات کا امتزاج ہے، ہندوازم ایک عوامی مذہب ہے ایک پوری قوم نے صدیوں اور قرنوں تک اسے اپنا کر قومی اور نسلی ساخت عطا کی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ مذہب مختلف النوع افکار واعمال کی آماجگاہ ہے؛ ہندوازم اور دوسرے بڑے مذاہب عالم میں تین فرق ہیں:

۱۔ ہندوازم کا کوئی موجد نہیں، ہندوازم کب اور کیسے وجود میں آیا اس کی کوئی تاریخ پیدائش نہیں، ہزارہا سالوں میں اس نے بتدریج اپنے ارتقائی مراحل طے کیے۔

۲۔ ہندوازم میں کوئی ایسا عقیدہ نہیں جس کی پیروی سب پر لازم ہو، اس میں کوئی متفق علیہ اصول وفلسفہ بھی نہیں ہے۔

۳۔ ہندوازم ایک غیر اداراتی مذہب ہے، ہندو ادارے تو یقیناً ہیں لیکن ہندوازم کوئی ادارہ نہیں، اس میں اس کے متقدمین کی کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جو کسی ایک خاص قسم کی عبادت کرے یا کسی عام ضابطہ اخلاق کے مطابق زندگی گزارے۔

آج ہندومت کا بکثرت آریاؤں کی جانب انتساب ہوتا ہے ان کی بنیادی مذہبی کتابیں بھی انہی کی آمد کے بعد لکھی گئی ہیں، اور آریاؤں میں کئی نامور بادشاہ گزرے ہیں جن میں ایک نام" بھرت" ہے، ان کے نام پر ہی ہندوستان کا نام" بھارت" رکھا گیا اور انہی کا خاندان آگے چل کر چندر بنشی کہلایا، کورَو پانڈو اسی خاندان سے تھے جن کے قصے مہابھارت کے نام سے مشہور ہیں، انہی آریاؤں میں ایک انتہائی نیک نام صاحب صفات بادشاہ ہرش چند گزرے ہیں ان کا خاندان آگے چل کر سورج بنشی کہلایا، راجہ دشرتھ ان کے بیٹے تھے، شری رام جی (موجودہ ہندو سناتن دھرم کو جن کی طرف منسوب کرتے ہیں) اسی راجہ دشرتھ کے بیٹے ہیں جن کی سٹوری رامائن میں لکھی گئی ہے، مگر یاد رہے ہندوستان میں آریا قوم کے لوگ تو دراوڑوں کے بھی بعد آئے اور ان سے لڑکر ہی آریاؤں نے ہندوستان پر قبضہ کیا اور دراوڑ قوم سے پہلے بھی سندھ کے علاقے موہنجوڈارو اور ہڑپہ میں لوگ موجود تھے جن کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ یہ ہندوستان کی پہلی قوم تھی۔

غرض اصل بات یہ کہ حضرت مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم کے بیان کا حاصل اسلام کی اقدمیت اور ہندو دھرم سے اس کے بنیادی تعلیمات کی ہم آہنگی ثابت کرنا تھا، سابقہ کلام سے یہ امر تو واضح ہوگیا کہ آریائی جن کا ہندومت کی تدوین وتشکیل میں بڑا ہاتھ ہے، ان کی آمد سے قبل ہی ہند میں حضرت آدم وحضرت نوح آچکے تھے، اور گزشتہ سطور میں یہ بات بھی گزری ہے کہ آریا لوگ تو خود اپنے سردار فادر منو (حضرت نوح کا یہی نام ان کی کتابوں میں ہے) کے ساتھ آئے ہیں، اور وہ ابتدائی ادوار میں انہی کی تعلیمات کے پیرو تھے، نرسنگھ اگروال نے اپنی کتاب The Hindu Muslim questions میں لکھا ہے کہ: آرین جن کو ہندوستان میں فادر منو لے کر آئے تھے بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ (ص ۱۲)

یہ اور اس جیسی متعدد روایات ثابت کرتی ہیں کہ موجودہ ہندو مذہب یا سناتن دھرم گو بعد کے زمانے میں ایک مستقل شکل اپنا گیا لیکن اس کا قدیم تعلق اور صحیح شکل دراصل وہی تعلیمات ہیں جس کو پہلے تشریعی نبی حضرت نوح لے کر آئے تھے۔

تو اس خلاصے سے دوسرا مدعی یعنی ہندو دھرم کی اسلام سے قربت وتعلق بھی ثابت ہوگیا، اب اگر کسی بھی مکتب فکر کا مسلم راہ نما ہو یا خود ہندو پنڈت حضرت مولانا مدنی مدظلہ کے بیان سے اتفاق نہ رکھتا ہو تو وہ اس کی سطحی معلومات یا تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اللھم اھدنا واھد الناس جمیعاً واجعلنا سبباً لمن اھتدی آمین

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

وید، بائبل اور قرآن کو ایک تصور کرنا

سوال (۱) اگر کوئی، وید، بائبل اور قرآن کو ایک تصور کرے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: بعض جاہل پیر اور موجودہ دور کے پڑھے لکھے مرد وخواتین جو خود کو سیکولر اسکالر پروفیسر وغیرہ کہتے ہیں اور ہندؤوں کی کتاب وید، بائبل اور قرآن کو ایک ہی تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب پر عمل کرنا واجب ہے، اور یہ سب آسمانی کتابیں ہیں تو یہ کلمات کفر ہیں، اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے، اس کی دعوت دینے والے سب دائرۂ اسلام سے خارج، اور کافر ومرتد ہیں۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۱/ ۷۵)

کتبِ دینیہ کا بغیر وضو چھونا

سوال: کتبِ دینیہ؛ مثلاً قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر، اور کتبِ حدیث وفقہ بلا وضو چھونا جائز ہے؟

جواب: قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر اسی طرح کتبِ احادیث وفقہ کو بلا وضو چھونا مکروہ ہے۔

(محقق مدلل جدید مسائل، ۱/ ۱۲۳)

فکس ڈپازٹ رقم پر زکوۃ

سوال: فکس ڈپازٹ پر رکھی ہوئی رقم پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: فکس ڈپازٹ میں رکھی ہوئی رقم پر زکوۃ واجب ہے، ہر سال اس کی زکوٰۃ ادا کرے ورنہ جب وہ رقم مل جائے تو اصل رقم پر گذرے ہوئے تمام سالوں کی زکوۃ واجب ہوگی اور بہ طور سود ملی پوری رقم کا بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۱/ ۱۶۱)

غیر مسلم کو قرآن مجید مع ترجمہ دینا

سوال: برادرانِ وطن کو قرآن مجید مع ترجمہ دیا جاسکتا ہے؟

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

جواب: امام صاحب رحمہ اللہ، سے منقول ہے کہ نصرانیوں کو قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں کہ شاید یہ اس لیے کہ وسیلۂ ہدایت بن جائے، خاص کر موجودہ حالات میں اس بات کی ضرورت ہے کہ جن غیر مسلموں سے اس بات کا اندیشہ نہ ہو کہ وہ لے کر اس کی اہانت کریں گے، تو ان کو قرآن مجید اور اس کا ترجمہ دیا جائے؛ تاکہ اسلام اور قرآن مجید کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہو جائیں۔ (کتاب الفتاوی، ۱/۲۶۱)

اذان کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا

سوال: کیا اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی چاہیے؟

جواب: مخصوص مواقع پر جو دعائیں منقول ہیں، جیسے کھانے سے پہلے، کھانے کے بعد، استنجاء جانے سے پہلے، فارغ ہونے کے بعد سونے سے پہلے، اور بیدار ہونے کے بعد اسی طرح اذان کے بعد، ان مواقع پر دعا میں ہاتھ اٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لیے بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کرنی چاہئے۔

(کتاب الفتاوی، ۲/ ۱۳۵)

اگر قرآن مجید گر جائے

سوال: اگر اتفاق سے قرآن چھوٹ جائے تو اسے پیشانی سے لگا کر بوسہ لیا جاتا ہے، نمک اور گیہوں کو بطور کفارہ کے دیا جاتا ہے، تو کیا یہ درست ہے؟

جواب: قرآن مجید، اللہ کی کتاب ہے جس کا احترام واجب ہے، قصداً اس کی اہانت، کفر ہے؛ البتہ اگر بلا ارادہ قرآن ہاتھ سے چھوٹ جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، احتراماً قرآن کو آنکھوں سے لگانے یا بوسہ دینے میں کوئی قباحت نہیں، لیکن یہ سمجھنا کہ اس موقعہ پر بطور کفارہ گیہوں وغیرہ صدقہ کرنا ضروری ہے، درست نہیں؛ نہ قرآن وحدیث میں اس کا ذکر ہے نہ فقہ کی کتابوں میں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱/ ۲۵۰)

لفظ "اللہ" سننے پر تعظیمی فقرہ کہنا

سوال: محمد رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کا نام سننے پر جس طرح درود پڑھنا واجب ہے، تو "اللہ" کا نام سننے پر بھی کچھ کہنا چاہئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے یا سنا جائے تو کوئی تعظیمی فقرہ کہنا واجب ہے، مثلاً تعالیٰ، سبحان اللہ، سبحانہٗ وتعالیٰ وغیرہ۔ (کتاب الفتاوی، ۱/ ۳۳۰)

ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-

RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25
Date of Publication 3rd Mar-23, date of Posting 5th Mar-23

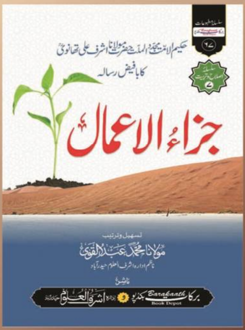

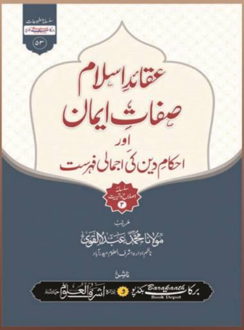

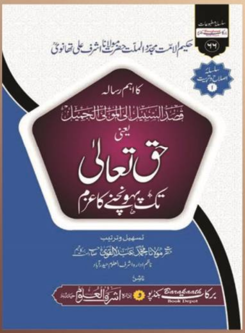

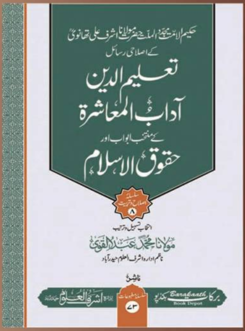

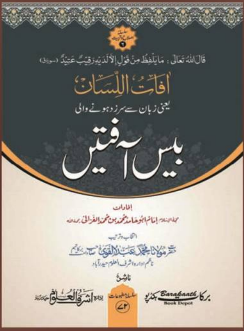

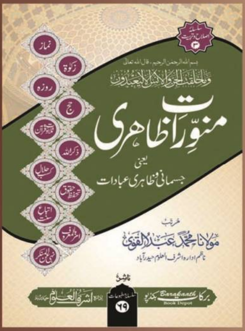

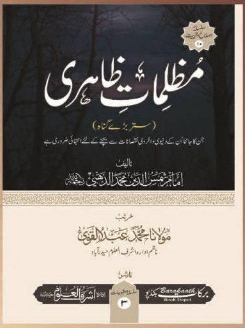

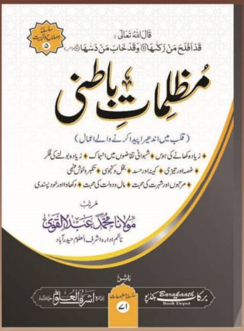

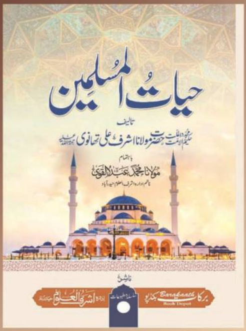

Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59